ماہنامہ
ہمدرد نونہال
مارچ ۲۰۱۶ء

اشاعت کا ۶۴ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۳ | جلد ۶۴

جمادی الاول - جمادی الثانی
۱۴۳۷ ہجری

مارچ ۲۰۱۶ عیسوی

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

ٹیلے فون 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004
ایکسٹینشن (054 یا 052 یا 066)
ٹیلے فیکس نمبر (92-021) 36611755
ای میل hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارۂ سعید www.hakimsaid.info
فیس بک پیج www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا۔

سرورق کی تصویر | عنایہ احسن، دبئی

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	۴	شہید حکیم محمد سعید
پہلی بات	۵	مسعود احمد برکاتی
روشن خیالات	۶	ننھے گلچیں
نصیحت (نظم)	۷	سید ذوالفقار حسین نقوی
معلومات ہی معلومات	۱۲	غلام حسین میمن
اچھا بچہ (نظم)	۳۱	حافظ کرناٹکی
علم دریچے	۳۲	ننھے نکتہ داں
پاکستان ہمارا ہے	۳۶	ادیب سمیع چمن
اجنبی کا تحفہ	۳۹	گلاب خان چانڈیو
اچھے بچو! (نظم)	۵۵	محمد شفیق اعوان
درختوں کی بد دعا	۵۶	سمیعہ غفار
حیرت انگیز کیڑے مکوڑے	۶۱	نسرین شاہین
ہمدرد نونہال اسمبلی	۶۴	حیات محمد بھٹی، سید علی بخاری

جس کو بھلایا نہ جا سکے

مسعود احمد برکاتی

۸

پاکستان کے ایک عظیم سائنس داں کا ولولہ انگیز اور سبق آموز زندگی نامہ

لکڑی کی کشتی

اقصیٰ غفار

۱۵

ایک تاجر اپنے بحری جہاز کی تباہی کے بعد ایک چھوٹے سے جزیرے میں پھنس گیا تو ......

دوسرا سایہ

محمد اقبال شمس

۲۱

وہ کون تھا، جس کا صرف سایہ نظر آتا تھا، پھر اس سائے کو کیسے پکڑا؟

نونہال ادیب	۷۹	ننھے لکھنے والے
نونہال مصور	۸۹	ننھے آرٹسٹ
تصویر خانہ	۹۰	ادارہ
مسکراتی لکیریں	۹۱	....
آیئے مصوری سیکھیں	۹۳	غزالہ امام
گلّو بھائی کی بیل گاڑی	۹۹	شاہد حسین
بیت بازی	۱۰۰	خوش ذوق نونہال
ہنسی گھر	۱۰۱	ننھے مزاح نگار
معلومات افزا-۲۴۳	۱۰۴	سلیم فرخی
آدھی ملاقات	۱۰۷	نونہال پڑھنے والے
نونہال خبرنامہ	۱۱۲	ادارہ
جوابات معلومات افزا-۲۴۱	۱۱۳	ادارہ
انعامات بلاعنوان کہانی	۱۱۷	ادارہ
نونہال لغت	۱۲۰	ادارہ

نیکی کا چراغ

جدون ادیب

۴۵

ایک نیک دل نوجوان نے غریبوں کی مدد کے لیے کس طرح ایک انجمن قائم کر دی

شکار تماشا

جاوید اقبال

۹۵

ایک اناڑی نواب صاحب نے کیا واقعی شیر کا شکار کر لیا تھا؟ حقیقت کیا تھی؟

بلاعنوان انعامی کہانی

صداقت حسین ساجد

۶۹

ایک مزے دار کہانی پڑھیے، پھر اس کا عنوان بتا کر ایک کتاب حاصل کیجیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام نام ہے حقوق کی ادائی کا۔ اللہ کے حقوق، اللہ کے بندوں کے حقوق اور خود اپنے نفس کے حقوق۔ اللہ کے حقوق یہ ہیں کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔ اللہ کی عبادت کی جائے۔

بندوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان میں جو جس سلوک کا مستحق ہے، اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے۔ ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کی جائے۔ بزرگوں کا ادب کیا جائے، ان کا کہنا مانا جائے، ان کو مدد کی ضرورت ہو تو ان کی مدد کی جائے۔ چھوٹوں کو علم سکھایا جائے، ان کو ادب اور تمیز سکھائی جائے، ان سے پیار اور محبت سے پیش آیا جائے۔ کسی انسان کو قرض کی ضرورت ہو تو اس کو قرض دیا جائے۔ اگر تمھارا قرض دار مجبوری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کو مہلت دی جائے۔ کسی سے قرض لیا ہو تو اسے وقت پر ادا کیا جائے۔ کسی نے کوئی امانت تمھارے پاس رکھوائی ہو تو اس کی حفاظت کی جائے۔ کوئی مشورہ مانگے تو اس کو صحیح مشورہ دیا جائے۔ بیوی بچوں کو تکلیف نہ دی جائے۔ شوہر کو پریشان نہ کیا جائے۔ اس سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کیا جائے، جس کو پورا کرنے کے لیے اس کو اپنی طاقت سے زیادہ محنت کرنی پڑے یا ناجائز طریقے اختیار کر کے کمانا پڑے۔

اسی کے ساتھ اپنے نفس کے حقوق بھی ادا کرنے چاہییں۔ اپنی غذا، آرام اور صحت کا خیال رکھنا چاہیے۔ محنت اور کام کے بعد تھوڑی بہت تفریح بھی ضروری ہے۔

اسلام توازن اور اعتدال کا راستہ ہے۔ اگر آدمی ہر وقت عبادت ہی کرتا رہے اور دنیا کے کام نہ کرے، علم حاصل نہ کرے، روزی نہ کمائے، عزیزوں اور دوستوں کا خیال نہ رکھے تو یہ بھی اچھا نہیں ہے۔

(ہمدرد نونہال نومبر ۱۹۹۲ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

بڑے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ
یاد رہنے والے کام کر جاتے ہیں

ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ پیش ہے۔ مارچ کی ۲۳ تاریخ ہماری تاریخ میں بہت اہم ہے۔ ۱۹۴۰ء کی ۲۳ مارچ کو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں اپنی آزاد حکومت قائم کرنے کے عزم کا اعلان کیا تھا۔ سچے دل سے کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کام یابی ضرور دیتا ہے۔ آج ہم پاکستان جیسے بڑے اور اہم ملک میں پوری طرح آزاد ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہم اس آزادی کو صرف قومی تعمیر اور ترقی کے لیے استعمال کریں۔

بزرگ اور ممتاز ناول نگار، ادیب اور صحافی جناب انتظار حسین یکایک ۲ فروری ۲۰۱۶ء کو ہماری دنیا سے چلے گئے۔ ان کا خلا مشکل سے پورا ہوگا۔ ایک اور ممتاز اور مقبول شخصیت فاطمہ ثریا بجیا بھی ہمیں چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلی گئیں۔

فاطمہ ثریا بجیا کئی لحاظ سے غیر معمولی انسان تھیں۔ انسان دوستی میں وہ اپنی مثال آپ تھیں۔ بہت کم عمری میں انھوں نے لکھنا شروع کیا تھا۔ وہ لکھتی رہیں اور کبھی ہاتھ نہیں رُکا۔ کتاب اور قلم آخر عمر تک بجیا کے دوست اور ساتھی رہے۔ بجیا نے پہلا ناول صرف ۱۳ سال کی عمر میں لکھا تھا۔ یہ ناول بجیا کے نانا نواب نثار یار جنگ نے چھپوا بھی دیا تھا۔ ان کے خاندان کا تعلق حیدرآباد دکن سے تھا۔ بجیا ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئیں۔ پاکستان آنے کے بعد انھوں نے ریڈیو اور ٹی وی کے لیے ڈرامے لکھے اور بہت لکھے۔ بجیا نے بچوں کے لیے بھی دل چسپ کہانیاں لکھیں۔ ۸۶ برس کی عمر میں وہ دنیا سے رخصت ہوئیں، لیکن ان کے کام اتنے اور اتنے اچھے ہیں کہ اُن کو بھلایا نہ جا سکے گا۔ ☆

روشن خیالات

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

انصاف کی ایک گھڑی، برسوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ مرسلہ : طٰحہٰ بن عابد، کراچی

حضرت عائشہ صدیقہؓ

اخلاق ایک دکان ہے اور زبان اس کا تالا ہے۔ تالا کُھلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دکان سونے کی ہے یا کوئلے کی۔

مرسلہ : کرن فدا حسین، فیوچر کالونی

البیرونی

علم اگر سینوں میں بند ہو جائے تو تباہ ہو جاتا ہے۔

مرسلہ : اشرف سلمان، ملتان

ارسطو

لوگوں پر ظلم نہ کرنا بھی خیرات ہے۔

مرسلہ : نادیہ اقبال، کراچی

جبران خلیل جبران

انسان کو چہروں سے نہیں دلوں سے پہچانا جاتا ہے۔

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

مولانا محمد علی جوہر

اسلام صرف ایک شہنشاہی کو تسلیم کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی۔ مرسلہ : سلطان امیر، کوئٹہ

شہید حکیم محمد سعید

اخلاق اور کردار دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اسے کھو کر کوئی قوم تعمیر و ترقی کے خواب پورے نہیں کر سکتی۔ مرسلہ : فہد فدا حسین، فیوچر کالونی

آسکر وائلڈ

پستی اچھی چیز نہیں، کیوں کہ نیچے کی طرف رُخ کرنے والی بے پھل ٹہنیاں اکثر کاٹ دی جاتی ہیں۔

مرسلہ : عرشیہ نوید حسنات احمد، کراچی

میکسم گورکی

لوگ تحسین و آفرین کے بھی اتنے ہی بُھوکے ہیں جتنے خوراک کے۔ مرسلہ : ارسلان محمود، لاہور

نپولین

اک عورت کی تعلیم پورے کنبے کی تعلیم ہے۔

مرسلہ : ایم اختر اعوان، کراچی

نصیحت

سید ذوالفقار حسین نقوی

پیارے نبیؐ سے ملی رہ نمائی
نصف ہے ایمان صفائی
دل کو بھی شفّاف کرو یوں
جیسے کپڑوں کی ہو دُھلائی
پیارے بچو! نیک بنو تم
اپنا لو دل سے اچھائی
آپس میں مِل جُل کر رہنا
دیکھو سب ہیں بھائی بھائی
دل ہے پیارے نبیؐ کی چوکھٹ
راس آتی ہے جس پہ گدائی
حق کی جیت مقدر ٹھہری
باطل کی قسمت پسپائی
محنت کا بتلاؤں کرشمہ
اس سے پہاڑ ہوتا ہے رائی
پڑھتے لکھتے ہی بس رہنا
ترک کردو ہر اک بُرائی
کام آتی ہے مستقبل میں
وقت کی ایک ایک اِکائی
ضائع نہ کرنا وقت اے بیٹا!
اس میں ہے ہاں سب کی بھلائی
نقوی یہی کہتا ہے بچو!
دنیا ہے عُقبیٰ کی کمائی

جس کو بھلایا نہ جا سکے گا

مسعود احمد برکاتی

۱۴- اپریل ۱۹۹۴ء کی صبح ہم سے ایک ایسی بڑی ہستی ہمیشہ کے لیے جُدا ہوگئی، جس کے ہم پر بڑے احسانات ہیں اور جس کی ذات پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ اس ہستی کا نام تھا، سلیم الزماں صدیقی۔

وہ ایک عظیم سائنس داں تھے۔ ایسے سائنس داں جن کا نام پاکستان ہی میں نہیں تمام سائنسی دنیا میں بھی احترام اور عزت سے لیا جاتا ہے۔ سائنس میں ان کا شعبہ کیمیا تھا۔ وہ کیمیا کے علم کو ترقی دینے کے لیے عمر بھر کام کرتے رہے اور نئی دریافتوں سے پاکستان کی خدمت کرتے رہے۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی پچھلی صدی میں یعنی ۱۹- اکتوبر ۱۸۹۷ء کو بارہ بنکی (یو۔ پی، ہندستان) میں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح زندگی نے جب ان کا ساتھ چھوڑا تو وہ ۹۶ برس سے اوپر کے ہو چکے تھے۔ صدی پوری ہونے میں مشکل سے ۴ برس باقی تھے۔ یہ لمبی زندگی ڈاکٹر صاحب نے بے کار نہیں گزاری۔ ۱۹۲۷ء میں وہ جرمنی سے ''کیمیا کے ڈاکٹر'' (ڈی فل) بن کر وطن لوٹے تھے۔ اس وقت مسیح الملک حکیم اجمل خاں زندہ تھے۔ حکیم صاحب بہت بڑے طبیب اور سیاسی رہ نما تھے۔ حکیم صاحب کو ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوگیا اور انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے طبیہ کالج دہلی میں دواؤں پر تحقیق کے لیے ایک ادارہ قائم کرنے کا کام سپرد کیا۔ ڈاکٹر صاحب دل و جان سے اس کام میں لگ گئے اور اس ادارے میں دوائی پودوں پر

سائنسی تحقیق کا کام شروع کردیا۔ ''چھوٹا چاند'' ایک پودے کا نام ہے۔ (سائنسی نام راولفیا سرپن ٹینا ہے) اس پر تحقیق میں لگ گئے اور اس سے کئی مفید الکلائڈ نکالے، جو دل و دماغ کی بیماریوں میں بہت مفید ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان میں سب سے اہم الکلائڈ کا نام ''اجملین'' رکھ کر اجمل خاں کی بڑائی کو تسلیم کیا۔ دس سال تک ڈاکٹر صاحب طبیہ کالج کے تحقیقی ادارے کے ڈائرکٹر رہے اور دوائی پودوں پر تجربات کرتے رہے۔

۱۹۴۰ء میں اس وقت کی حکومتِ ہند نے ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کو کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ میں بلالیا، جہاں ان کو بہت سی چیزوں پر تحقیق کرنی تھی۔ اس طرح دواؤں پر ریسرچ کا کام رک گیا۔ ۱۹۴۷ء کے شروع میں ڈاکٹر صاحب کو ہندستان ہی میں نیشنل کیمیکل لیبارٹریز کا ڈائرکٹر بنا دیا گیا۔

۱۹۴۷ء ہی میں پاکستان بن گیا۔ یہاں سائنس کو ترقی دینی تھی۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خاں لیاقت علی خاں نے ڈاکٹر صاحب سے کہلوایا کہ یہاں آپ کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہندستان چھوڑ کر ۱۹۵۱ء میں پاکستان آگئے۔ پاکستان میں جو مشہور سائنس داں پہلے سے موجود تھے، وہ ڈاکٹر صاحب کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے یہاں آکر سائنسی کاموں کی تنظیم کا کام شروع کردیا۔ ۱۹۵۳ء میں سائنسی اور صنعتی تحقیق کے لیے ایک بہت بڑا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے کا صدر دفتر اور تجربہ گاہ کراچی میں اور علاقائی تجربہ گاہیں لاہور، پشاور، ڈھاکا اور چٹا گانگ میں قائم کیں اور اچھے اچھے سائنس دانوں کو اپنے ساتھ لگایا۔ اس ادارے کا نام ''پاکستان کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ'' ہے اور اس نے سائنسی، صنعتی اور دفاعی مسائل

حل کر کے بڑی خدمت کی۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی اس کے ڈائرکٹر اور بعد میں ۱۹۶۶ء تک صدر نشین رہے۔

۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر محمود حسین خاں نے جو اس زمانے میں جامعۂ کراچی کے وائس چانسلر تھے، ڈاکٹر صاحب کو پروفیسر اور ڈائرکٹر ریسرچ کی حیثیت سے جامعۂ کراچی میں شامل کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب کو کام کرنے کی عادت تھی۔ انھوں نے یہاں بھی ایک بہت مفید ادارے کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کا نام "حسین ابراہیم جمال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری" ہے۔ بہت جلد اس ادارے کو پاکستان میں اور پاکستان سے باہر شہرت اور اہمیت حاصل ہو گئی۔ آج کل ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اس ادارے کے ڈائرکٹر ہیں۔

ڈاکٹر صدیقی کو ۱۹۶۱ء میں رائل سوسائٹی آف لندن کا فیلو اور ۱۹۶۴ء میں ویٹی کن اکیڈمی آف سائنس کا ممبر منتخب کیا گیا۔ سوویت اکیڈمی نے ڈاکٹر صاحب کو ایک بڑا سونے کا تمغا پیش کیا۔ دنیا کی کئی یونی ورسٹیاں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دے کر ڈاکٹر صاحب کی عظمت کا اعتراف کر چکی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں لیڈز (LEEDS) یونی ورسٹی اور کراچی یونی ورسٹی نے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری پیش کی۔ حکومتِ برطانیہ نے ۱۹۴۶ء میں ایم بی ای (M.B.E) کا اعزاز بخشا۔ حکومتِ پاکستان نے ۱۹۶۲ء میں ستارۂ امتیاز، ۱۹۶۶ء میں صدارتی تمغائے حُسنِ کارکردگی اور ۱۹۸۰ء میں ہلال امتیاز جیسا بڑا اعزاز دیا۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی بڑے سائنس داں ہونے کے علاوہ آرٹسٹ بھی تھے۔ ان کو طالب علمی کے زمانے ہی سے تصویریں بنانے کا شوق تھا۔ ان کی تصویروں کی پہلی

نمائش ۱۹۲۴ء میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب شاعری بھی بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی سادہ مزاج، خوش اخلاق اور محنتی انسان تھے۔ وہ آٹھ دس گھنٹے روزانہ تجربہ گاہ میں کھڑے کھڑے کام کرتے تھے۔ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک بار بزمِ ہمدرد نونہال میں بھی تشریف لائے تھے اور بہت مزے دار تقریر کی تھی۔ بچوں کے لیے پاکیزہ ادب کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ ہمدرد نونہال کو بہت پسند کرتے تھے اور قدردان تھے۔ حکیم صاحب بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حکیم صاحب نے ان کے اعزاز میں سائنسی مضامین کی ایک عمدہ کتاب انگریزی میں شائع کی تھی۔

ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کے کارنامے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کے ساتھ کام کرنے والوں اور ان کے شاگردوں اور سائنس کے تمام طالب علموں کے لیے ان کی زندگی علم اور عمل کے ایک بہت اچھے نمونے کا کام دیتی رہے گی۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

لمبی نیند

حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ ان کا زمانہ ۵۰۰ سال قبل مسیح کا ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیرؑ کو حکم دیا تھا کہ تم یروشلم جاؤ، ہم اسے دوبارہ آباد کریں گے۔ یہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک اُجڑے ہوئے شہر کو دیکھ کر خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ مردہ لوگوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ یہ سوچ کر گدھے کو باندھ کر ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لیٹ گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ایک سو سال تک سوئے رہے۔ جب اُٹھے تو محسوس ہوا کہ وہ تو صرف تھوڑی مدت سوئے ہیں۔

اسی طرح اصحابِ کہف کا واقعہ قرآن مجید کی سورۂ کہف میں آیا ہے۔ یہ وہ غار والے تھے، جنھوں نے بُت پرستی چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے کا ہے۔ وہ بادشاہ کے خوف سے شہر کے باہر ایک غار میں جا چھپے۔ ان کا کُتا بھی ان کے ساتھ تھا۔ بادشاہ نے غار کا منھ بند کرا دیا، تاکہ وہ لوگ بھوکے پیاسے مر جائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ وہ ۳۰۹ سال تک سوئے رہے۔ پھر جب ایک چرواہے نے اپنی بھیڑوں کے رہنے کے لیے غار کا منھ کھولا تو وہ نیند سے بیدار ہو گئے۔

میر پور

میر پور خاص، صوبہ سندھ کا ایک شہر اور ضلعی صدر مقام ہے۔ اس کی بنیاد میر تھارو خان نے رکھی تھی۔ انگریزوں کے سندھ پر قبضے کے بعد یہ علاقہ بھی ان کے قبضے میں آ گیا

تھا۔ یہاں کئی تعلیمی ادارے، صنعتیں، کھیلوں کا اسٹیڈیم اور عجائب گھر ہے۔ یہاں کے سندھڑی آم بہت مشہور ہیں۔

میر پور، آزاد جموں و کشمیر کے ایک علاقے کا نام بھی ہے۔ اتفاق سے یہ بھی صدر مقام ہے۔ یہاں انڈسٹریل ٹریننگ سینٹر، ڈگری کالجز، یونی ورسٹی، ہوائی اڈا اور سیاحوں کے لیے جدید طرز کے ہوٹل ہیں۔

مصورِ غم اور مصورِ فطرت

اردو زبان کے ممتاز ادیب علامہ راشد الخیری ۱۸۶۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ انھیں المیہ (غمگین) ناول اور افسانے لکھنے میں خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کے مضامین عموماً عورتوں کی تعلیم و ترقی اور ان کی دکھ بھری داستانوں سے متعلق ہوتے تھے، اس لیے انھیں ''مصورِ غم'' کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۳۶ء میں ہوا۔

اردو کے ایک اور ادیب اور صحافی خواجہ حسن نظامی کو مصورِ فطرت کہا جاتا ہے۔ وہ ۱۸۷۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ عملی زندگی کی ابتدا اخبار فروشی سے کی۔ پھر رفتہ رفتہ مضامین اور کتابیں لکھنے لگے۔ کئی اخبار اور رسائل جاری کیے۔ ادبی خدمات کے صلے میں برطانوی دور میں حکومتِ ہند نے ''شمس العلما'' (علما کا سورج) کا خطاب دیا۔ انھوں نے تحریکِ پاکستان میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا۔ انھوں نے پانچ سو چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں، جن میں بارہ کتابیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارے میں تھیں۔ ان کی کتاب ''غدرِ دہلی کے افسانے'' اردو ادب میں شاہ کار کا درجہ رکھتی ہے۔ انھیں ''مصورِ فطرت'' کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا۔

فسانۂ آزاد اور فسانۂ عجائب

''فسانۂ آزاد''، پنڈت رتن ناتھ سرشار کی مشہور کتاب ہے۔ ان کا تعلق کشمیری گھرانے سے تھا۔ ۱۸۱۸ء میں وہ اَودھ اخبار کے مدیر مقرر ہوئے۔ فسانۂ آزاد کا سلسلہ اس اخبار میں سلسلہ وار شروع کیا، جو بے حد مشہور ہوا۔ ایک کردار ''آزاد'' کے گرد گھومنے والی کہانی، جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ ''خوجی'' بھی اسی کہانی کا ایک کردار ہے۔

فسانۂ عجائب، مرزا رجب علی بیگ سُرور کی شاہ کار تصنیف ہے۔ یہ حُسن و عشق کی داستان ہے، جس کا مرکزی کردار شاہ زادہ جانِ عالم ہے۔ اس کی کہانیاں مافوق الفطرت (جنوں، بھوتوں اور پریوں) کرداروں اور واقعات پر مشتمل ہیں۔ اسے اردو ادب میں ایک سند کا درجہ حاصل ہے۔

فرضی پرندہ اور آتشی کیڑا

ہُما، فارسی کا لفظ ہے۔ قدیم ایران کی تہذیبی روایت کے مطابق ایک متبرک اور فرضی پرندے کا نام ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ جس کے سر پر بیٹھ جائے، وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ یہ پرندہ صرف ہڈی کھاتا ہے۔

سَمندر (س پر زبر) (PHOENIX) ایک فرضی آتشی کیڑا، جو آگ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

☆☆☆

لکڑی کی کشتی

اقصیٰ غفار

پرانے زمانے میں کسی ملک میں ایک امیر تاجر رہتا تھا۔ وہ اپنے قافلے کے ساتھ ملکوں ملکوں تجارت کرتا اور خوب دولت کماتا۔ ایک بار تاجر اپنے قافلے کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس تجارت کی بہت ساری چیزیں تھیں۔ ابھی وہ منزل سے دور تھا کہ سمندر میں طوفان آ گیا۔ سمندر میں سفر کرنے والوں کو اکثر اس قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاجر کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اسے اُمید تھی کہ اس کے ملاح جلد ہی جہاز کو طوفان سے نکال لیں گے، لیکن اس بار طوفان بڑھتا چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ جہاز کا آگے بڑھنا مشکل ہو گیا۔ سمندر میں ایک چٹان سے جہاز ٹکرا گیا اور اس کے ایک حصے میں سوراخ ہو گیا۔ پانی تیزی سے جہاز کے اندر آنے لگا۔ تاجر کے ملازم پانی کو جہاز کے اندر آنے سے روکنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب انھوں نے تاجر کو بتایا کہ اب وہ جہاز کو زیادہ دیر تک نہیں بچا سکتے تو اس نے جہاز میں موجود چھوٹی کشتیوں کے ذریعے سے کسی قریبی جزیرے کا رُخ کرنے کا حکم دے دیا۔ بڑی مشکلوں سے جہاز میں سے جتنا سامان بچایا جا سکتا تھا، وہ سب نے مل کر جزیرے پر اُتار لیا اور جہاز سمندر میں ڈوب گیا۔

تاجر بہت پریشان تھا۔ اس جزیرے پر مچھیروں کی ایک چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ انھوں نے تاجر اور اس کے ساتھیوں کو اپنا مہمان بنا لیا اور خوب خاطر مدارات کی۔ تاجر کو سامان ڈوب جانے کی اتنی فکر نہیں تھی، کیوں کہ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔ وہ صرف اس فکر میں تھا کہ اپنے ملک کیسے واپس جائے گا۔ جہاز تو ڈوب ہی چکا تھا اور اس

جزیرے پر جہاز کا انتظام ہونا ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ تاجر نے اعلان کیا کہ جو شخص بھی اس کے لیے جلد سے جلد بڑی سی مضبوط کشتی تیار کرے گا، اسے منھ مانگا انعام دیا جائے گا۔ شروع میں یہ کام آسان معلوم ہوتا تھا، لیکن جب کچھ لوگوں نے کام شروع کیا تو انھیں اندازہ ہوا کہ یہ سب اتنا آسان نہیں، کیوں کہ اس ویران جزیرے پر مضبوط لکڑی بہت زیادہ تعداد میں مشکل سے مل سکتی تھی۔ اگر مل بھی گئی تو تاجر کے پورے قافلے اور سازوسامان کے لیے بڑی سے کشتی بنانا تو کئی مہینوں کا کام تھا۔ مچھیروں کی بستی میں کشتی بنانے کا کام بھی بہت کم لوگ جانتے تھے۔ آہستہ آہستہ سب ہمت ہارنے لگے۔ دو ہفتے یونہی گزر گئے۔ تاجر بالکل مایوس ہو گیا۔

اسی بستی میں تین مچھیرے جو آپس میں بھائی تھے، اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ بڑے بھائی کا نام نتھو، منجھلے کا نام فتھو اور چھوٹے کا نام متھو تھا۔ یہ تین بھائی اکثر جنگل میں شکار اور تفریح کی غرض سے جایا کرتے تھے اور جنگل کے چپے چپے سے واقف تھے۔ وہ ایک ایسے درخت سے بھی واقف تھے، جس کی لکڑی جنگل کے دیگر درختوں سے مختلف، مضبوط اور پائدار تھی اور بڑی سی کشتی بنانے کے لیے کافی تھی۔ سب سے پہلے نتھو کو اس درخت کا خیال آیا، لیکن اس نے اپنا خیال کسی پر ظاہر نہ کیا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی دوسرا پہلے یہ کام نہ کرلے۔ یہاں تک کہ نتھو نے اپنے گھر والوں سے بھی ذکر نہ کیا اور ایک چاندنی رات میں چپکے سے کلہاڑا لے کر جنگل کا رُخ کیا۔ درخت کے پاس پہنچ کر وہ ایک پتھر پر اپنا کلہاڑا تیز کرنے لگا۔ اتفاق سے ایک بوڑھا کہیں سے لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور آ کر ایک قریبی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ یہ بوڑھا ایک جادوگر تھا اور چاندنی
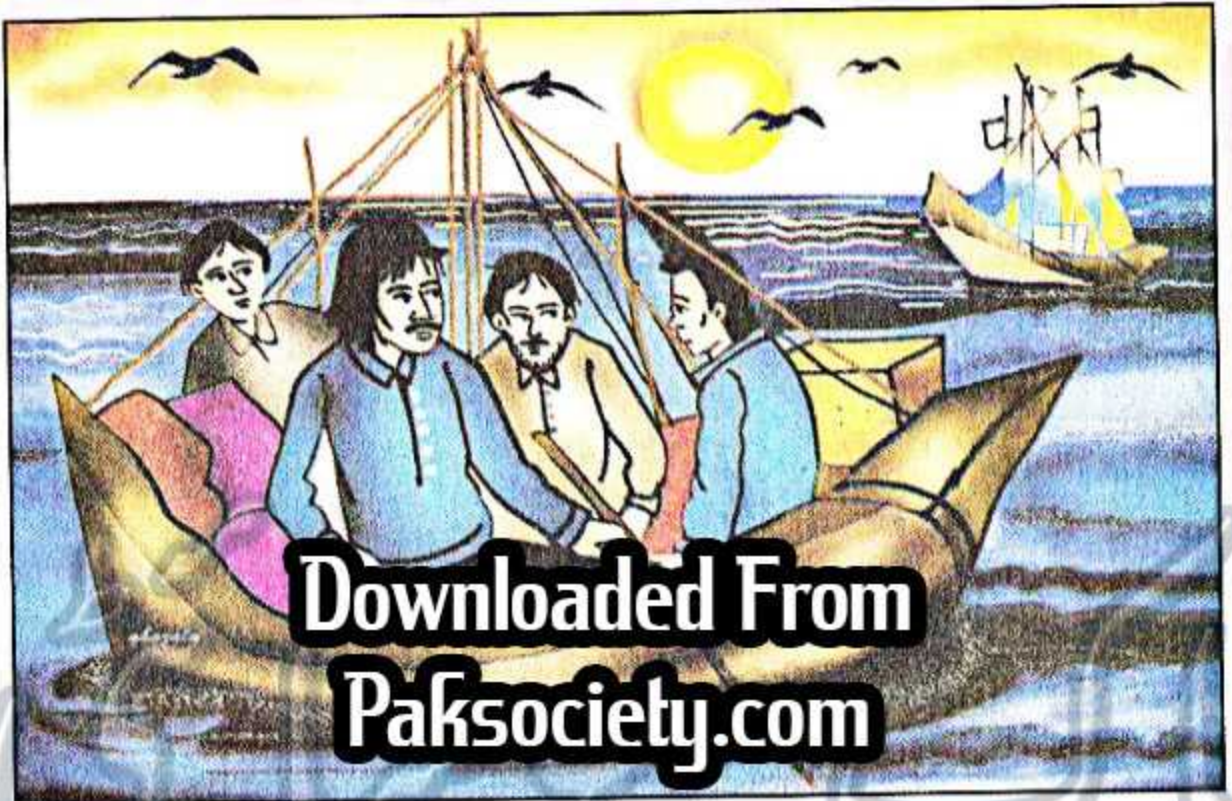
چودھویں، پندرھویں اور سولہویں رات کو تین اچھے کام کیا کرتا تھا۔ اس رات بھی وہ کوئی اچھا کام تلاش کر رہا تھا کہ اس کی نظر نتھو پر پڑی جو پتھر پر کلہاڑا رگڑ رہا تھا۔ اس بوڑھے نے نتھو کی مدد کرنے کے خیال سے پوچھا: ''اتنی رات کو جنگل میں کیا کر رہے ہو میاں؟''

نتھو نے چونک کر بوڑھے کو دیکھا۔ آدھی رات کو جنگل میں بوڑھے کو دیکھ کر وہ حیران ہوا۔ وہ اپنا خیال کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا: ''میں لکڑی کے چمچے بنانے کا کام کرتا ہوں۔ چمچوں کے لیے لکڑی کاٹ رہا تھا۔'' نتھو نے جھوٹ بول دیا اور لکڑی کاٹنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بوڑھا خاموشی سے اُٹھا اور مسکراتا ہوا ایک جانب کو چل دیا۔ اس نے نتھو کی مدد کرنے کا سوچا۔ ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر اس نے اُنگلی سے درخت کی جانب اشارہ کیا اور بولا: ''دھوں دھوں دھن دھن دھائیں...... لکڑی کے چمچے

بن جائیں۔'' جادوگر کا یہ کہنا تھا کہ جونہی نھو نے اپنا کلہاڑا درخت پر مارا، پورے درخت سے تڑا تڑ لکڑی کے چمچوں کی بارش ہونے لگی۔ چھوٹے بڑے، لمبے، گہرے، چپٹے ہر قسم کے چمچے۔ یہ منظر دیکھ کر تو نھو ایسا گھبرایا کہ کلہاڑا وہیں پھینک کر گھر کی جانب دوڑ لگا دی۔

جادوگر بڑا حیران ہوا کہ وہ چمچے کیوں چھوڑ گیا۔ بہر حال وہ ایک اچھا کام کر چکا تھا۔ اپنے خیال میں اس نے نھو کی مدد کی تھی۔ اسے چمچے چھوڑ کر بھاگتا دیکھ کر جادوگر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے انگلی سے درخت کی جانب اشارہ کیا اور بولا: ''نہ لے چمچے بھاڑ میں جائے، چمچوں کا درخت بن جائے۔'' کہنے کی دیر تھی کہ یکا یک چمچے واپس درخت میں تبدیل ہو گئے اور جادوگر ایک طرف چل دیا۔ اس کے بعد نھو نے جنگل کی جانب رُخ کرنے کا خیال ہی چھوڑ دیا۔

اگلے دن فتھو کو بھی یہی خیال آیا، لیکن اس نے بھی پورا انعام پانے کی غرض سے کسی سے ذکر نہ کیا اور آدھی رات کو چپکے سے کلہاڑا لیا اور جنگل کو چل دیا۔ درخت کے پاس پہنچ کر وہ رک گیا اور کلہاڑا ایک پتھر سے رگڑنے لگا۔ جادوگر دوسرا اچھا کام تلاش کر رہا تھا، فتھو کے پاس پہنچ کر رک گیا اور اس سے بھی وہی سوال کیا، جو وہ نھو سے کر چکا تھا۔ فتھو بوڑھے کو دیکھ کر حیران ہوا، لیکن اس نے جھوٹ بول دیا: ''لکڑی کی چھڑیاں اور چپّو بناؤں گا۔''

جادوگر نے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر انگلی کا اشارہ کیا اور یہ بول پڑھے: ''چچوں چچوں چی چن جائیں، چھڑیاں اور چپّو فوراً بن جائیں۔'' فوراً ہی درخت سے ہر قسم کے چھوٹے بڑے، درمیانے چھڑیاں اور چپّو برسنے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر فتھو کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر ایسا بھاگا کہ گھر پہنچ کر دم لیا۔ اِدھر جادوگر حیران ہو کر سوچ رہا تھا کہ کل ایک چمچے چھوڑ کر بھاگا تھا، آج یہ چھڑیاں اور چپو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس بستی کے لوگوں کو نیکی راس ہی نہیں آتی۔ یہ کہہ کر اس نے پھر درخت کی جانب اشارہ کیا اور بولا: ”بے کار نہ جائیں چھڑیاں، چپو پڑے پڑے، بن جائیں درخت یہ فوراً کھڑے کھڑے۔“

یہ کہنا تھا کہ چھڑیاں اور چپو دوبارہ درخت میں تبدیل ہو گئے اور جادوگر وہاں سے چل دیا۔

تیسرے دن یہی خیال متھو کو بھی آیا، لیکن وہ کم عمر تھا اور اکیلے کے بس کا کام نہ تھا۔ متھو نے نتھو اور فتھو کو بھی بتایا، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ اتنی بڑی کشتی بنانا

ہمارے بس کا کام نہیں ہے، لیکن کسی نے بھی اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ نہ بتایا۔ متھو نے دونوں کی طرف سے مایوس ہو کر خود ہی شام میں کلہاڑا لے کر جنگل کا رُخ کیا۔

ابھی وہ پتھر پر کلہاڑا تیز کر ہی رہا تھا کہ وہی جادوگر پھر نمودار ہوا اور اس نے متھو سے پوچھا: ''اس وقت جنگل میں کیا کر رہے ہو میاں؟''

فتھو نے جواب دیا: ''کرنا کیا ہے بابا! کلہاڑا تیز کر رہا ہوں، پھر اس سے اس درخت کی لکڑی کاٹوں گا اور اس سے بڑی سی کشتی بناؤں گا جس میں تاجر اور اس کا قافلہ واپس اپنے وطن کو جا سکیں۔'' متھو نے پورا واقعہ سچ سچ بتا دیا۔

بوڑھا مسکرایا اور اُٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔ متھو پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ بوڑھے نے اُنگلی کا اشارہ کیا اور یہ بول پڑھے: ''لشتم پشتم مشتی چشتی، لکڑی کی بن جائے کشتی۔ یہ کہنا تھا کہ درخت سے لکڑی کے بڑے بڑے ٹکڑے ٹوٹ کر گرنے لگے اور ساتھ ہی یہ ٹکڑے مختلف شکلیں اختیار کرتے رہے۔ کسی کی سیڑھی بن گئی، کسی کے تختے تو کسی کی بلّیاں۔ متھو دم بخود ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جلد ہی یہ تمام چیزیں آپس میں جڑ گئیں اور ایک بڑی مضبوط کشتی تیار ہو گئی۔ متھو کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ وہ اسے قدرت کا انعام سمجھ رہا تھا۔

متھو دوڑتا ہوا تاجر کے پڑاؤ تک پہنچا اور اسے خوش خبری سنائی کہ کشتی تیار ہے۔ تاجر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ فوراً اس نے اپنے قافلے کے ساتھ جنگل کا رُخ کیا، جہاں کشتی اس کی منتظر تھی۔ سب نے متھو کو کاندھوں پر اُٹھا لیا۔ تمام لوگ بے حد خوش تھے۔ نتھو اور فتھو حیران تھے کہ یہ کام کیسے ہو گیا۔ تاجر کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ پھر اس نے اپنے وعدے کے مطابق متھو کو بہت سے قیمتی انعامات سے نوازا اور کشتی میں بیٹھ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ☆

دوسرا سایہ

محمد اقبال شمس
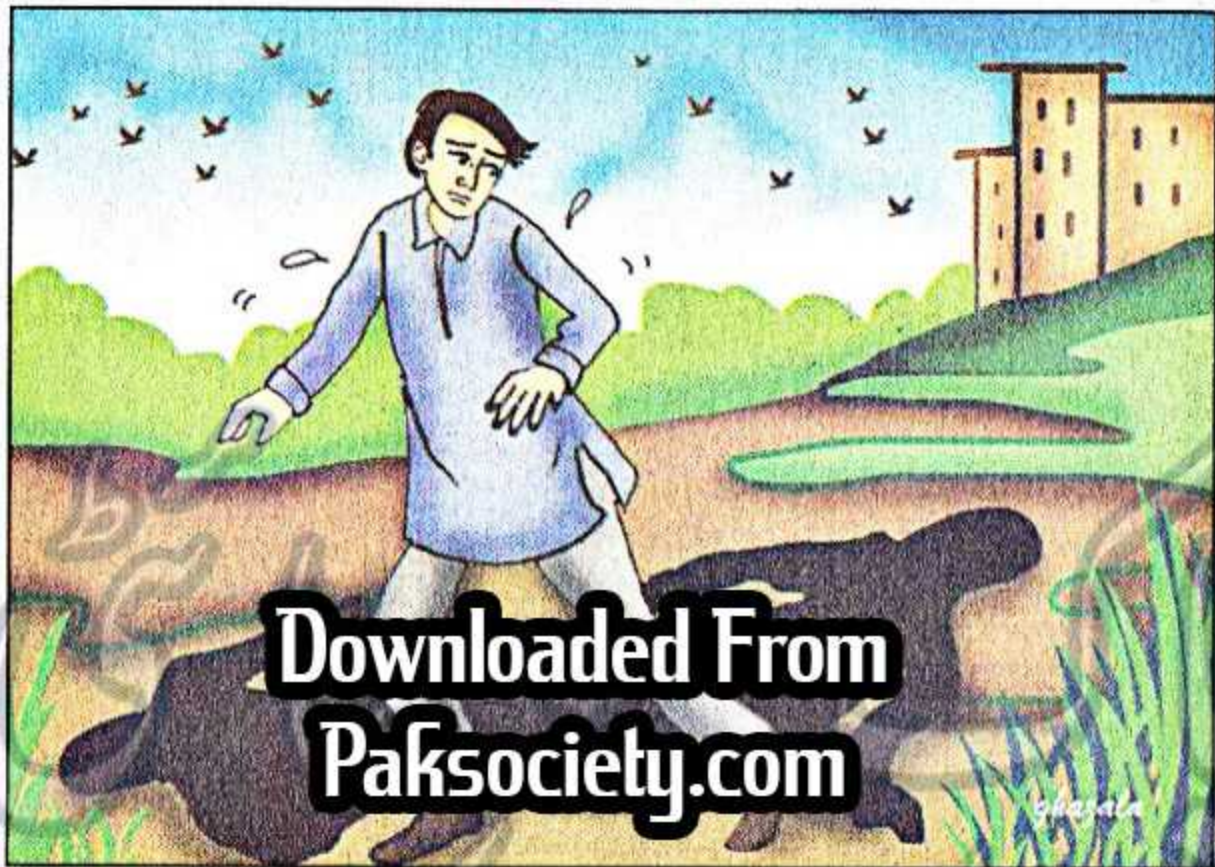
کُتّے کو اس طرح بھونکتے ہوئے دیکھ کر علی کے قدم چلتے چلتے اچانک رُک گئے۔ اس نے جو منظر دیکھا اِس سے اُس کی آنکھیں حیرت سے پھَٹ گئیں۔ اس نے دیکھا کہ اس کا کُتّا موتی اس کے سائے کے پاس آ کر بھونک رہا ہے۔ علی کے سائے کے ساتھ ایک اور سایہ بھی تھا۔ علی کی عمر چودہ سال تھی۔ اسے تجسُّس ہوا کہ انسان کے ساتھ صرف اس کا سایہ ہوتا ہے، مگر یہ دوسرا سایہ کس کا ہے۔ جب کہ وہ وہاں پر اکیلا تھا۔ اس نے اپنے گھر کی طرف دوڑ لگا دی۔ دوسرا سایہ بھی اس کے ساتھ دوڑ لگانے لگا۔ کُتا بھی مسلسل بھونک رہا تھا۔

علی کو اس طرح ہانپتا کانپتا دیکھ کر اس کے والد حامد حلوائی جو کڑاھی میں شیرہ بنا رہے
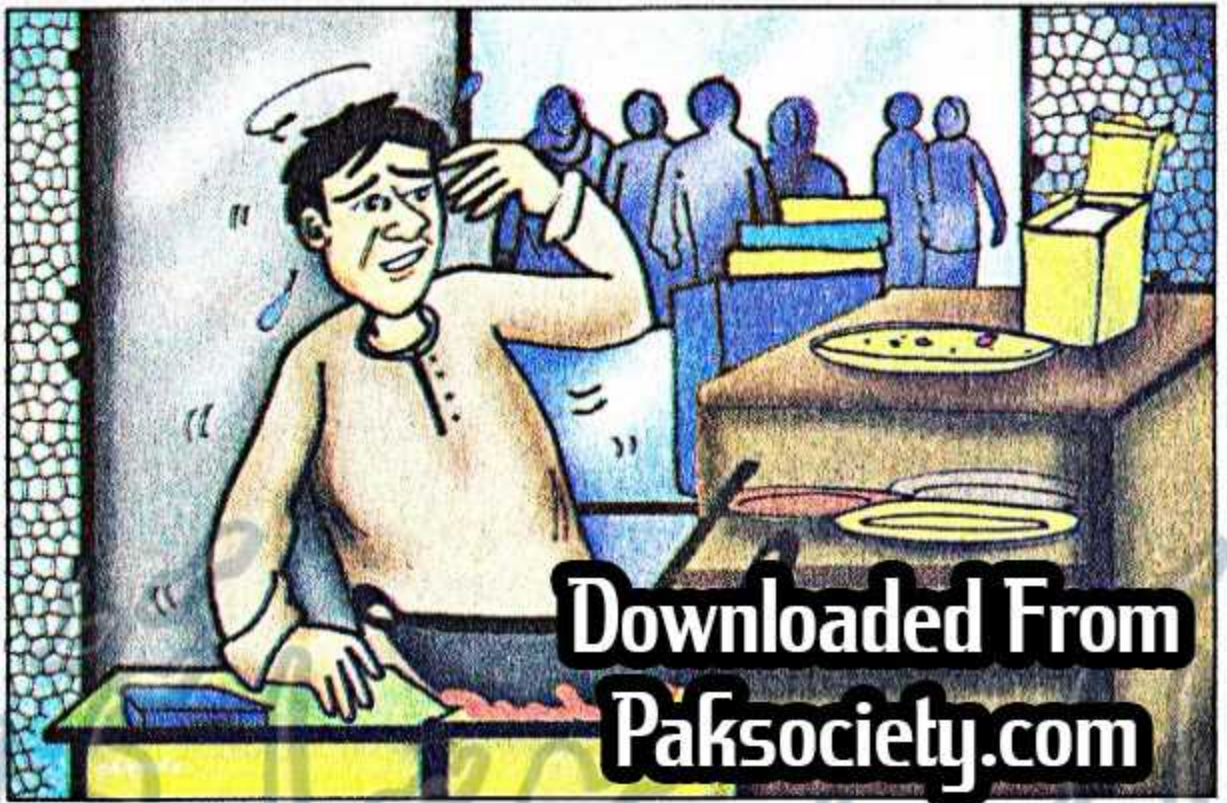
تھے، بولے: ''ارے کیا ہوگیا؟ اس طرح کیوں بھاگے چلے آ رہے ہو؟''

علی نے کہا: ''ابا! میرے سائے کے ساتھ ایک اور سایہ بھی ہے۔''

یہ سن کر کڑاھی میں کفگیر چلاتا ہوا ابا کا ہاتھ رُکا: ''یہ کیا کہہ رہے ہو۔''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اور یہ موتی بھی اسے دیکھ کر بھونک رہا تھا۔'' اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، مگر اس وقت تک دوسرا سایہ غائب ہو چکا تھا۔

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ علی کے علاوہ اس بستی کے کئی لوگوں نے بھی اس سائے کو دیکھا۔ پہلے پہل تو وہ سایہ لوگوں کو صرف نظر ہی آتا تھا، مگر اب اس نے لوگوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ سائے کی شرارتوں سے سب ہی تنگ تھے۔ خاص طور پر حامد حلوائی، کیوں کہ اس کی دکان سے مٹھائیاں غائب ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

سب بستی والے سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ اس سائے سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

علی کے پڑوس میں رہنے والے امین صاحب بولے: ''میرے خیال میں کسی عامل سے رابطہ کر کے اس سائے سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔''

ایک اور پڑوسی نسیم صاحب نے کہا: ''بات تو آپ کی کسی حد تک معقول ہے، مگر سایہ کسی ایک گھر یا جگہ پر نہیں ہے۔ عامل عمل کس مقام پر کرے گا؟''

تیسرے پڑوسی شفیق صاحب نے رائے دی: ''ہاں، نسیم بھائی صحیح کہہ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ اور سوچنا ہوگا۔

حامد حلوائی نے کہا: ''ارے وہ کم بخت میری مٹھائیوں کا دشمن ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ مٹھائی میں کوئی ایسی چیز ملا دی جائے کہ وہ کھائے تو پھر اُٹھ نہ پائے۔''

امین صاحب بولے: ''دیکھو وہ کوئی انسان نہیں ہے کہ ان چیزوں کا اس پر اثر ہوگا، اور اگر ایسا کر بھی لیں تو غلطی سے وہ مٹھائی کوئی انسان کھا لے تو پھر خوامخواہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔''

''ارے ہاں! یہ تو میں نے سوچا نہیں تھا۔'' حامد حلوائی نے کہا۔

اسی دوران ایک آواز آئی: ''میرے پاس ایک ترکیب ہے۔'' علی اپنا ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے بولا۔ سب کی نظریں علی پر لگ گئیں۔

....

وادیِ جنات میں شہنشاہِ جنات کا دربار لگا ہوا تھا۔ دائیں اور بائیں جنات ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ اسی دوران اقالو جن اپنی بیوی کے ساتھ دربار میں داخل ہوا

اور نہایت ہی ادب سے شہنشاہِ جنات سے فریاد کی: ''اے شہنشاہِ جنات! ہمارے بیٹے چھوٹو جن کی سزا ختم ہونے کا آج آخری دن ہے۔ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اسے انسانوں کی دنیا سے واپس یہاں لے آئیں۔''

شہنشاہِ جنات بولا: ''ٹھیک ہے اب اسے یہاں لا سکتے ہو۔ اُمید ہے سزا ختم ہونے کے بعد تمھارا چھوٹو جن سُدھر گیا ہوگا۔ اس کی شرارتوں سے وادیِ جنات والے بہت تنگ تھے، اسی وجہ سے ہم نے سزا کے طور پر اس کا وجود ختم کر کے صرف سائے کے طور پر اسے انسانوں کی بستی میں بھیج دیا تھا۔''

اقالو جن بولا: ''شہنشاہِ جنات! اب آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔'' یہ کہہ کر اقالو جن اپنی بیوی کے ساتھ اپنے چھوٹو جن کو لانے کے لیے انسانوں کی بستی کی طرف روانہ ہوگئے۔

....

''تمھارے ذہن میں کیا ترکیب آئی ہے علی؟'' امین صاحب نے علی کی طرف متلاشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

علی نے جواب دیا: ''ہمیں سائے کو قید کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں لوہے کا ایک بڑا سا ڈبا بنانا ہوگا، جس کا پیندا نہ ہو اور کسی قسم کا سوراخ بھی نہ ہو۔''

امین صاحب بولے: ''سائے کو قید کرنے کی کیا صورت ہے، ذرا تفصیل سے بتاؤ۔''

علی نے بتایا: ''دیکھیں ڈبا بنا کر ایسی اونچی جگہ رکھیں گے، جہاں سے سائے پر آسانی سے گرا سکیں۔ اس کے لیے ہمیں موتی کی مدد لینی ہوگی، کیوں کہ وہ سایہ موتی کو بھی نظر آتا ہے اور وہ موتی کو خاص طور پر تنگ کرتا ہے۔ ہم موتی کو ڈبے والی جگہ رکھیں گے۔

سایہ جیسے ہی وہاں آئے گا، موتی فوراً بھونکنا شروع کر دے گا۔ وہ سایہ جیسے ہی ڈبے کی زد میں آئے گا ہم فوراً ڈبا اس کے اوپر گرا دیں گے اس طرح سایہ قید ہو جائے گا۔''

امین صاحب نے کہا: ''لیکن سایہ کیسے قید ہو سکتا ہے۔ بھلا پانی کو کوئی اپنی مٹھی میں قید کر سکتا ہے؟''

علی بولا: ''دیکھیں یہ کوئی عام سایہ نہیں ہے۔ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔''

نسیم صاحب نے کہا: ''لیکن ہمیں کیسے معلوم ہو سکے گا کہ وہ سایہ قید ہو گیا ہے؟''

علی نے کہا: ''دیکھیں ڈبا گرانے کے بعد اگر سایہ ڈبے کے اوپر نہ رہا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ قید ہو گیا۔''

شفیق صاحب نے کہا: ''میرے خیال میں ہمیں علی کی بات مان لینی چاہیے۔''

ایک لوہار سے جلدی جلدی لوہے کا ایک ڈبا تیار کروایا گیا۔ منصوبے کے مطابق موتی کو پنجرے کے قریب ہی بٹھا رکھا تھا۔ اچانک موتی بھونکنے لگا۔ سایہ آچکا تھا۔ موتی مسلسل بھونک رہا تھا۔ علی ڈبا گرانے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ پھر جیسے ہی سایہ ڈبے کے نشانے پر آیا، علی نے فوراً ڈبا گرا دیا اور دوڑ کر ڈبے کے پاس آیا۔ ارد گرد سائے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ علی اپنے مقصد میں کام یاب ہو چکا تھا۔

....

اِدھر سایہ قید ہوا، اُدھر اقالو جن اپنی بیوی کے ساتھ انسانوں کی بستی میں اُترا۔ اس کی بیوی بولی: ''ہم اپنے چھوٹو جن کو ڈھونڈیں گے کیسے؟''

اقالو جن نے کہا: ''ہم اسے اس کی خوشبو سے ڈھونڈ لیں گے۔''

اچانک وہ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: ''ہمیں اس طرف سے اس کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔''

پھر وہ دونوں اس سمت روانہ ہوئے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد جن بولا: ''وہ دیکھو سامنے بستی، ہمیں اس طرف سے اس کی خوشبو بہت تیز آ رہی ہے۔ وہ یقیناً اسی بستی میں ہوگا۔ وہ دونوں اس بستی میں داخل ہو گئے۔

....

بستی کے تمام لوگ علی کی ذہانت پر بہت خوش تھے۔ اس کی وجہ سے ان کو شرارتی سائے سے نجات مل گئی تھی۔ چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ اچانک موتی پنجرے کے پاس زور سے بھونکنے لگا۔ فوراً ہی علی اور کچھ لوگ وہاں آ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ موتی مسلسل بھونکے جا رہا ہے۔

....

اقالو جن اپنے بچے کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے اس بستی میں داخل ہوا۔ دونوں نے ہر طرف نظریں دوڑائیں، مگر انھیں ان کا بیٹا کہیں نظر نہیں آیا۔

''خوشبو تو یہیں سے آ رہی ہے، مگر چھوٹو جن کہیں نظر نہیں آ رہا ہے۔'' اقالو جن نے حیرت سے کہا۔

''ہاں! یہی بات میں بھی سوچ رہی ہوں۔'' اس کی بیوی بولی۔

اچانک جن رُکا اور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس طرف سے اس کی خوشبو نہایت تیز آ رہی ہے۔''

دونوں اس طرف تیزی سے لپکے۔ وہ وہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک کُتّے کے بھونکنے

کی وجہ سے ان کے پاؤں رک گئے۔ اقالو جن نے اپنی بیوی کو بتایا: ''انسان ہمیں چاہے نہ دیکھ پائے، مگر جانور ہمارا وجود محسوس کر لیتے ہیں۔'' وہیں انھیں ایک لوہے کا ڈبا نظر آیا۔

اقالو جن چیخا: ''مجھے اسی ڈبے سے خوشبو بہت تیزی سے آتی محسوس ہو رہی ہے ہمارا چھوٹو اسی ڈبے میں ہے۔'' دونوں جن یہ دیکھ کر اور حیران ہو گئے کہ آناً فاناً کئی لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے۔

علی وہاں پر موجود امین صاحب سے بولا: ''مجھے لگتا ہے کہ کوئی اور مخلوق بھی ہے جو پنجرے کے پاس موجود ہے۔ ورنہ موتی بلا وجہ اس طرح نہ بھونکتا۔''

امین صاحب نے کہا: ''ہاں بیٹا! اللہ تعالیٰ نے جانوروں اور پرندوں کو یہ خصوصیت دی ہے کہ وہ اس چیز کو بھی محسوس کر لیتے ہیں جو عام انسان نہیں دیکھ سکتے۔''

اقالو جن اور اس کی بیوی ڈبے کے پاس ہی موجود تھے۔ انھوں نے چھوٹو جن کو پکارا تو ڈبے میں سے آواز آئی۔ ماں باپ، بیٹے کی آواز سن کر بے چین ہو گئے۔

اقالو جن کی بیوی بولی: ''آپ کچھ کریں اور چھوٹو کو باہر نکالیں۔''

اقالو نے کہا: ''دیکھو انسان کو کم زور مت سمجھنا۔ اگر ہمارے چھوٹو کو قید کر سکتے ہیں تو ہمیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بہر حال میں کتے کے مالک سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ پھر ایک زوردار ہوا چلی۔ علی کو ایک عجیب سی خوشبو محسوس ہوئی۔ اسی دوران اسے ایک آواز سنائی دی: ''دیکھو میری آواز صرف تم ہی سن سکتے ہو۔ میں ایک جن ہوں اور تم نے جس سائے کو قید کیا ہوا ہے۔ وہ میرا بیٹا چھوٹو جن ہے۔''

علی پہلے تو گھبرایا پھر سنبھل کر بولا: ''تمھارا چھوٹو بہت شرارتی ہے۔ اس نے ہمیں بہت تنگ کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے اسے قید کیا ہے۔''

وہ بولا: ''اصل میں یہ بچہ وادیِ جنات میں بھی خوب شرارتیں کیا کرتا تھا۔ شہنشاہِ جنات نے سزا کے طور پر صرف سایہ بنا کر اسے انسانوں کی بستی میں بھیج دیا تھا، مگر یہ تو پھر بھی شرارت سے باز نہیں آیا، بہر حال تم نے اسے جو سزا دی ہے مجھے یقین ہے کہ اس کی عقل ضرور ٹھکانے آ گئی ہوگی۔''

علی کو اس طرح بات کرتے دیکھ کر وہاں پر موجود لوگ کافی حیران ہوئے، مگر علی نے انھیں اشارہ کیا کہ وہ تفصیل بعد میں سمجھائے گا۔

جن پھر بولا: ''دیکھو، اس کی ماں بھی ساتھ آئی ہے اور وہ اپنے چھوٹو کی جدائی میں بہت افسردہ ہے۔''

امین صاحب نے پوچھا: ''علی! یہاں کون ہے اور تم کس سے بات کر رہے ہو؟''

علی نے ساری بات انھیں بتا دی۔ تفصیل سن کر انھوں نے کہا: ''اگر یہ بات ہے تو پھر اسے آزاد کر دینا چاہیے۔ جو بچے اپنے والدین کا کہنا نہ مانیں اور اپنی بے جا شرارتوں سے باز نہ آئیں تو پھر انھیں سزا بھی خوب ملتی ہے۔ بہر حال اب اسے کافی سزا مل گئی ہے۔ اب یہ ضرور اپنی شرارتوں سے باز آ جائے گا۔''

آخر علی نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے والدین کو دیکھ کر ان سے لپٹ گیا۔ اقالو جن بولا: ''دیکھا بیٹا! ہم تمھیں منع کرتے تھے تو تمھاری بھلائی کے لیے منع کرتے تھے۔ آخر ہماری بات نہ مان کر تمھیں تکلیف اُٹھانا پڑی۔''

چھوٹو جن بولا: ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ اپنی شرارتوں سے کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔''

اقالو جن نے علی کا شکریہ ادا کیا، پھر وہ تینوں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ موتی مسلسل بھونکتا رہا، جب تک وہ تینوں اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔ ☆

اچھا بچہ

حافظ کرنا کمی

سب کہتے ہیں اچھا ہے یہ
گھر میں سب سے چھوٹا ہے یہ
صبح سویرے اُٹھتا ہے یہ
گھر سے مکتب جاتا ہے یہ
داخل ہو کر مسجد میں یہ
شکر خدا کا کرتا ہے یہ
دیکھو تلاوت قرآں کی بھی
شام سویرے کرتا ہے یہ
امی ، ابا کی ہی نہیں اب
خدمت سب کی کرتا ہے یہ
اپنے استادوں کی ہمیشہ
کتنی عزت کرتا ہے یہ
حافظ پیارا بچہ ہے یہ
میری گلی میں رہتا ہے یہ

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

قومی زبان سے محبت

مرسلہ : اُشنہ خان، کراچی

مشہور مزاح نگار کرنل محمد خاں اپنی کتاب ''بزم آرائیاں'' میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ چند سال ہوئے انگلستان کے ایک مشہور ماہرِ تعلیم پاکستان آئے۔ ہم نے انھیں انگلش میڈیم اسکول دکھانے کے بعد فخر سے ان کی رائے پوچھی جو سننے کے قابل ہے۔ کہنے لگے: ''بھئی آپ کی ہمت قابلِ داد ہے، جو اپنے بچوں کو ایک غیر ملکی زبان میں تعلیم دے رہے ہیں۔ اگر میں انگلستان میں انگریز بچوں کو اردو کے ذریعے تعلیم دینے کی سفارش کر دوں تو مجھے یقیناً ذہنی توازن خراب ہونے کے شبے میں اگلی رات کسی اسپتال میں کاٹنی پڑے گی۔ آپ واقعی بہادر ہیں۔''

قطعہ

شاعر : سخاوت علی جوہر

مرسلہ : عبدالرافع، لیاقت آباد

بانیِ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ایک قطعہ:

وطن کو جگمگانے کی رہی کوشش سدا تیری
ہمیشہ یاد آئے گی ہمیں طرزِ وفا تیری
سیاست اور فراست میں تیری عظمت، تری شہرت
بنی ہے دل میں نقشِ جاوداں اک اک ادا تیری

دستِ شفا

مرسلہ : علشبہ نور، نارتھ کراچی

مشہور ادیب چراغ حسن حسرت نے اپنی کتاب ''مردم دیدہ'' میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان لڑکی کو شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی کے پاس لایا گیا۔ لڑکی اندھی تھی۔ حکیم صاحب نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اسے میعادی بخار

ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بصارت ختم ہو گئی۔

حکیم صاحب نے نسخہ لکھ دیا اور کہا: ''نسخے کے استعمال سے تیز بخار ہو گا، لیکن تشویش کی کوئی بات نہیں۔ اسے یہ نسخہ برابر پلاتے رہنا۔''

کوئی مہینے بھر لڑکی بخار میں مبتلا رہی، اس دوران اس کی بینائی بھی لوٹ آئی۔ بخار اُترنے کے بعد اس کی آنکھیں بالکل بھلی چنگی ہو چکی تھیں۔

بعض لوگوں نے حیرت ظاہر کی تو حکیم صاحب نے فرمایا: ''معمولی بات ہے۔ لڑکی کو معیادی بخار تھا۔ معالج ناتجربے کار تھا، اس لیے ایسی دوائیں دیں کہ بخار فوراً اُتر گیا۔ بخار اُترتے وقت کچھ فاسد مواد آنکھوں کے اعصاب کے قریب تھا، جسے خارج کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی اور اس طرح آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ میں نے ایسی دوائیں دیں کہ مریضہ کو پھر بخار ہوا اور یہ خراب مواد بخار کی حرارت سے پگھل کر آہستہ آہستہ خارج ہو گیا۔''

عبارت کا کرشمہ

مرسلہ : فرازیہ اقبال، عزیز آباد

کسی عمارت کی دیوار کے پاس ایک اندھا بھکاری اپنی ٹوپی سامنے رکھے بھیک مانگ رہا تھا۔ ٹوپی کے ساتھ اس نے ایک تختی پر یہ عبارت لکھ رکھی تھی: ''میں اندھا ہوں، میری مدد کیجیے۔''

عبارت اور اس کی اہمیت سمجھنے والے ایک شخص کا ادھر سے گزر ہوا۔ اسے اندھے پر بہت رحم آیا کہ اس کی ٹوپی میں چند سکے ہی پڑے ہوئے ہیں۔ اس نے تختی پر سے پہلی عبارت مٹا کر نئی عبارت لکھ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹوپی میں سکے اور نوٹ گرنے لگے۔ بھکاری نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کیا، پھر سوچا کہ شاید اس کا تعلق تختی پر لکھی عبارت سے ہے۔ اس نے نوٹ ڈالنے والے ایک راہ گیر سے پوچھا: ''بھائی! میری تختی پر جو لکھا ہے، پڑھ کر سنا دو۔''

راہگیر نے بتایا: ''تختی پر لکھا ہے کہ سنا ہے، دنیا بہت رنگین ہے، مگر میں یہ رنگینی

دیکھنے سے محروم ہوں۔"

چوروں کا شکریہ

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

برطانیہ کی ایک خاتون "الیگزینڈرا پیٹریکا" نے چوروں کو بددعائیں یا کوسنے دینے کے بجائے شکریہ کا خط لکھ دیا۔ ایک دن گھر والوں کی غیر موجودگی میں چوروں نے اس کے گھر کا صفایا کر دیا۔ الیگزینڈرا نے فیس بک پر ان چوروں کے نام ایک خط لکھتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا ہے اور کہا کہ چوروں نے مجھے زندگی کی حقیقی خوشیوں سے روشناس کر دیا ہے۔ الیگزینڈرا نے لکھا ہے: "چوروں نے ہمارا ٹی وی چوری کر لیا۔ اب ہم خاندان والے زیادہ وقت آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ اس طرح ہمارے آپس کے تعلقات بہتر ہوئے اور دل میں میل محبت اور ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہوئے۔ ان چوروں نے ہمارے گھر سے مادی اشیاء تو چرا لی ہیں، لیکن اس کے بدلے روحانی خوشیاں دے گئے ہیں۔"

انگلیوں پر لکیریں

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

۱۔ انسانی انگلیوں پر نہایت باریک لکیروں کی صورت میں ابھار ہوتے ہیں، جن کی مدد سے ہم چیزوں کو پکڑتے ہیں۔ اگر یہ ابھار مٹ جائیں تو ہم چیزوں کو نہیں پکڑ سکتے، کیوں کہ چیزیں ہمارے ہاتھ سے پھسل جائیں گی۔

۲۔ انگلی میں قدرتی تیل ہوتا ہے جب ہم کسی چیز کو پکڑتے ہیں تو یہ تیل اس چیز پر لگ جاتا ہے۔ یہی تیل فنگر پرنٹس (انگلیوں کے نشانات) کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ جڑواں بچوں کے ہاتھوں میں بھی ایک جیسے نشانات نہیں ہوتے۔

۴۔ سطح کے جلنے اور معمولی زخم لگنے سے بھی لکیروں پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۵۔ "کولا" (ریچھ سے ملتا جلتا ایک جانور) کے فنگر پرنٹس بڑی حد تک انسانی پرنٹس سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔

۶۔ کپڑے اور قالین پر بنے نشانات کا پتا چلانا بہت مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ یہ دونوں

چیزیں پرنٹس کو جذب کر لیتی ہیں۔

۷۔ سر ولیم ہرشیل (SIR WILLIAM HARSCHEL) نے بطور مجسٹریٹ سب سے پہلے بھارت میں ۱۸۵۸ء میں انگلی اور انگوٹھے کے نشانات کو دستخط کے متبادل کے طور پر استعمال کیا۔

۸۔ ۱۸۹۲ء میں ارجنٹائن میں فنگر پرنٹس کی بنیاد پر ایک خاتون فرانسسکا روجاس (FRANCESCA ROJAS) کو سب سے پہلے عمر قید کی سزا ہوئی۔ روجاس نے اپنے دو بچوں کو قتل کر دیا تھا۔

۹۔ مارک ٹوئن ایک مشہور مصنف تھا، جس نے سب سے پہلے ۱۸۸۳ء میں فنگر پرنٹس کی بنیاد پر مجرموں کو پکڑنے کا تصور پیش کیا۔

۱۰۔ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جن کے فنگر پرنٹس سرے سے تھے ہی نہیں۔

مصر میں گدھوں کے شناختی کارڈ

مرسلہ : **محمد منیر نواز، ناظم آباد**

مصر میں گدھے کے گوشت کی بڑھتی ہوئی فروخت کو روکنے اور اس مکروہ کاروبار میں ملوث افراد کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے لیے گدھوں کے شناختی کارڈ بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ کچھ عرصے سے مصر کے مختلف حصوں سے گدھے کا گوشت فروخت ہونے کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ عوام کو آگاہ کرنے کے لیے ٹیلے ویژن پر مہم چلائی گئی ہے۔ پولیس نا صرف جگہ جگہ چھاپے مار کر قسائیوں اور دکان داروں کو گرفتار کر رہی ہے، بلکہ گدھوں کی گنتی کر کے ان کے شناختی کارڈز جاری کیے جا رہے ہیں۔ یوں اب جس شخص کا گدھا غائب نظر آیا، پولیس پوچھ گچھ کر سکتی ہے کہ کہیں اسے ذبح کر کے قسائی کی دکان پر تو نہیں پہنچا دیا گیا۔

حیرت انگیز نمبر

مرسلہ : **الطاف اللہ لطف، کانگڑہ**

نو (۹) ایک ایسا عدد ہے، جس کے ساتھ کسی بھی عدد کو ضرب کریں اور پھر اس حاصل ضرب کو آپس میں جمع کریں تو حاصل جمع ۹ ہی آتا ہے۔ مثلاً:

9x5=45..........4+5=9

☆☆☆

پاکستان ہمارا ہے

ادیب سمیع چمن

رات کے آٹھ بجے کا وقت تھا۔ خلیل اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا اپنے دوست آفتاب کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً دو مرتبہ وہ اس کے گھر جا کر آفتاب کی امی سے بھی آفتاب کے بارے میں معلوم کر چکا تھا۔

اس کی امی نے بتایا: ''آفتاب اپنی خالہ کے گھر ایک ضروری کام سے گیا ہوا ہے، بس وہ آنے ہی والا ہے۔''

''کہاں چلا گیا، کمبخت! کہیں سارا منصوبہ ہی برباد نہ کرا دے۔'' خلیل بڑبڑایا۔

اسی وقت آفتاب، اسے گلی کے اندر داخل ہوتا ہوا نظر آ گیا۔ وہ آفتاب کو دیکھ کر چیخا: ''کہاں چلے گئے تھے۔ میں کب سے یہاں کھڑا ہوا تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''افوہ بھئی، کیا قیامت آ گئی؟''

''اسی وقت میرے ساتھ چلو۔'' خلیل نے آفتاب کو بازو سے پکڑ کر چلنے کو کہا۔

''پہلے مجھے امی کو تو بتا کر آنے دو۔ امی کے کام سے گیا تھا۔ اب اگر بغیر بتائے جاؤں گا تو امی خفا ہوں گی اور اب تو شاید میرے ابو بھی آ گئے ہوں گے۔'' آفتاب نے کہا، مگر خلیل کہاں ماننے والا تھا۔

''بھائی! زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کے بعد واپس آ جائیں گے۔ یقین مانو بڑے مزے کا کام ہے۔'' دونوں دوست چل پڑے۔ سردی بھی زیادہ ہو رہی تھی۔ ان کی بستی سے کچھ دور ایک بہت بڑا اور ویران میدان تھا اور میدان سے آگے ایک چوڑی سڑک تھی۔ جس پر ٹریفک برائے نام ہی ہوتا تھا۔ آفتاب سردی برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بے چینی سے بولا: ''بھائی! کیا کام ہے کچھ بتا بھی دو۔ میرے امی

اور ابوسخت پریشان ہوں گے۔''

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے میدان پار کر کے بڑی سڑک تک آ گئے۔ خلیل نے ایک جگہ رک کر کہا: ''اچھا لو یہ پکڑو۔''

آفتاب چونکتے ہوئے بولا: ''مگر یہ تو غلیل ہے۔''

''ہاں، غلیل ہے۔ میں نے کب کہا کہ یہ کلاشنکوف ہے۔'' خلیل نے کھڑے کھڑے اسٹریٹ لائٹوں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

آفتاب جھنجلا گیا، مگر اس وقت یہاں کیا کام آ پڑا ہے۔ چڑیاں، چڑے، کوے کوئی بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ویسے بھی کان کھول کر سن لو مجھے ہرگز ہرگز معصوم پرندوں کا شکار کرنا پسند نہیں ہے۔ امی نے سختی سے مجھے منع کیا ہوا ہے سمجھے نا۔''

''اچھا چلو یہ لو کنکریاں اور جو میں کہوں وہ کرو۔'' یہ کہتے ہوئے خلیل نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں، جو پلاسٹک کی تھیلی میں تھیں۔ آفتاب کو تھماتے ہوئے کہا: ''یہ تم مجھے کیوں دے رہے ہو۔ ان کا کیا کروں؟''

سنو! غور سے سنو۔ آج صبح کلاس میں فاروق اور حنیف نے مجھ سے شرط لگائی تھی کہ سڑک کی دونوں جانب واپڈا کے کھمبوں پر، جو مرکری کے بلب لگے ہوئے ہیں، تمام کے تمام بلبوں کو نشانہ لے کر توڑنا ہے۔ پورے ۵۰۰ رپے کی شرط لگی ہے۔ آدھے فاروق اور آدھے حنیف سے مجھے ملیں گے۔'' خلیل نے آفتاب کو للچاتے ہوئے بتایا: ''سڑک بالکل سنسان ہے بس اب جلدی شروع ہو جاؤ۔ اِکا دُکا کوئی گاڑی یا موٹر سائیکل آتی نظر آئے گی تو میں تمھیں ہوشیار کر دوں گا۔ تھوڑی دیر کو سائڈ میں ہو کر چھپ جائیں گے، چلو وقت کم ہے اور مقابلہ سخت۔ ادھر تم حملہ کرو گے یہاں میں کروں گا۔ یہ تم مجھے اتنے غصے والی نظروں سے کیوں گھور کر دیکھے جا رہے ہو۔''

''تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے۔ جانتے ہو یہ تم کیا اور کس سے کہہ رہے ہو؟ مجھ سے، جو اپنے وطن کی ہر چیز اور مٹی کے ذرے ذرے سے پیار کرتا ہے۔ خلیل بھائی! میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ ایسا گندہ خیال ذہن سے نکال دو اور اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم چند روپوں کی خاطر اپنے ضمیر کا سودا کرلو گے۔ بھلا اپنے وطن کی چیزوں کو نقصان پہنچانا بھی کوئی شرط ہے۔''

''آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو آفتاب!'' خلیل نے زِچ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ دونوں غلیلیں میرے سامنے اسی وقت توڑ کر پھینک دو۔''

''مگر مجھے تمھارا یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔'' خلیل نے اکڑتے ہوئے جواب دیا۔

''منظور نہیں ہے تو آج سے تمھارا میرا راستہ جدا ہے۔ یہ دہشت گرد جو دشمن ملکوں سے مل کر چند ٹکوں کے لالچ میں آج ہمارے پیارے وطن اور یہاں کے لوگوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ہماری فوج جو قربانیاں دے رہی ہے، تمھیں احساس ہے۔ تم میں اور دہشت گردوں میں کیا فرق رہ گیا ہے۔'' آفتاب نے غصہ دکھایا: ''میں تمھارا اس وقت تک بھائی تھا، دوست تھا جب تک مجھے تمھارے یہ غلیظ اور وطن دشمن عزائم معلوم نہیں تھے، لیکن اب تم مجھے وطن دشمن نظر آرہے ہو۔ اپنے پیارے وطن کے لیے اور اس کی عزت آبرو کے لیے ایک صرف میں ہی نہیں، میرے وطن کا بچہ بچہ اپنی جان قربان کرسکتا ہے۔ یاد رکھو خلیل! میری نظر میں وطن کا غدار...... ماں باپ کا بھی غدار ہوتا ہے۔'' آفتاب نے منھ موڑتے ہوئے کہا۔

''مجھے معاف کردو آفتاب! واقعی میں بھٹک رہا تھا۔ آج کے بعد کبھی ایسا نہ ہوگا۔'' خلیل نے آفتاب سے معافی مانگتے ہوئے کہا۔

''سچ......؟'' اور پھر آفتاب نے خلیل کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے گلے لگالیا۔

دونوں نے نعرہ لگایا: ''پاکستان ہمارا ہے۔ ہم کو جان سے پیارا ہے۔''

☆

اجنبی کا تحفہ

گلاب خان سولنگی

مزمل جب آٹھ سال کا تھا تو اس کے ابو کا انتقال ہو گیا۔ بوڑھی ماں اور ایک چھوٹی بہن کی ذمے داری اس کے کندھوں پر آ گئی، ان کا کوئی قریبی رشتے دار بھی نہیں تھا، جو ان کی کفالت کر سکے۔ اسی وجہ سے مزمل نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دی اور چھوٹی سی عمر میں محنت مزدوری کر کے اپنے گھر کا خرچ چلانے لگا۔

مزمل ایک نہایت شریف اور نیک لڑکا تھا۔ وہ ہر مشکل وقت میں اپنے پڑوسیوں کے کام آتا۔ گھر میں اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ دوسری طرف وہ اپنی تعلیم چھوٹ جانے کی وجہ سے بہت افسردہ اور حالات کے آگے مجبور تھا، پھر بھی وہ ہر وقت صبر و شکر سے کام لیتا تھا۔ ایسے سخت اور کٹھن حالات میں بھی وہ خدا کی رحمت سے مایوس نہیں تھا۔ اسے اُمید تھی کہ ایک دن خدا کے فضل و کرم سے ان کے حالات ضرور بدلیں گے۔ مزمل نے محنت میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر چھوٹا بڑا کام نہایت خوشی سے کر لیتا تھا۔ وہ صبح سویرے پالش کا چھوٹا سا بکس اُٹھائے شہر کے مشہور چوک پر جاتا اور پورا دن لوگوں کے بوٹ پالش کرتا۔ اس طرح وہ اتنے پیسے کما لیتا تھا، جس سے اس کے گھر کا خرچ پورا ہو جاتا تھا۔ شام کو جب تھکا ہارا واپس آتا تھا، تب وہ اپنی ماں کی دعائیں لیتا، جس سے اس کی پورے دن کی تھکن دور ہو جاتی تھی اور روکھی سوکھی کھا کر خدا کا شکر ادا کرتا تھا۔ غربت کے باوجود مزمل اپنی حیثیت کے مطابق غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔

آج مزمل کے پاس گاہکوں کا بڑا رش تھا کہ اچانک ایک کار اس کے پاس آ کر رکی۔ ایک سیٹھ کار میں سے اُترا اور سیدھا مزمل کے پاس آیا: "لڑکے! جلدی سے

میرے بوٹ پالش کردو۔''

مزمل نے بھی جلدی جلدی اس کے بوٹ چمکا دیے تو سیٹھ نے بٹوے میں سے رقم نکال کر مزمل کو ہاتھ میں دینے کے بجائے نیچے زمین پر پھینک دی اور بڑے غرور سے بولا: ''لڑکے! اُٹھاؤ، اپنی مزدوری۔''

مزمل نے بڑے اعتماد سے کہا: ''سیٹھ صاحب! میں نیچے پھینکی ہوئی چیزیں نہیں اُٹھاتا۔ اگر مزدوری دینی ہے تو عزت سے ہاتھ میں کیوں نہیں دیتے؟ شاید آپ نے یہ حدیث نہیں سنی کہ مزدور خدا کا دوست ہوتا ہے۔ سیٹھ صاحب! ہماری بھی عزت ہے۔ کیا ہوا، جو ہم غریب ہیں، کل اگر وقت اور حالات نے آپ کو بھی غریب بنا دیا تو سوچیں آپ یہ رویہ برداشت کر سکیں گے!''

مزمل کہتا گیا اور وہ سیٹھ خاموشی سے سنتا گیا۔ سیٹھ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، اس نے وہ رقم زمین سے اُٹھائی اور مزمل کو دیتے ہوئے کہا: ''بیٹا! تم نے مجھے غلطی کا احساس دلایا، اس لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں اور اپنے اس رَوَیّے کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ خدا بھی مجھے معاف کر دے گا۔ میں اب کبھی غرور اور تکبر نہیں کروں گا۔''

''سیٹھ صاحب! غلطی کا احساس ہی اس کی سزا ہوتی ہے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔'' یہ کہہ کر مزمل نے اس سے پیسے لیے اور اپنے کام میں لگ گیا۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ مزمل کو اپنی بہن گڑیا کی تعلیم اور والدہ کی گرتی ہوئی صحت کے بارے میں کافی فکر ہونے لگی تھی۔ اب تو اس نے رات کو بھی کام پر جانا شروع کر دیا تھا، لیکن ان کے حالات نہیں بدلے۔

ایک دن مزمل کے پاس ایک اجنبی شخص آیا۔ وہ کافی جلدی میں دکھائی دے رہا

تھا، اس نے مزمل سے کہا: ''بیٹا! جلدی سے میرے بوٹ پالش کر دو۔''

مزمل نے بھی دیر نہیں لگائی اور جلدی سے بوٹ پالش کر کے اس کو دیے۔ اس اجنبی نے جب اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو صرف کریڈٹ کارڈ نکلا۔ نوٹ بھی ہزار، پانچ سو روپے کے تھے۔

''بیٹا! اس وقت تو میرے پاس چھوٹے نوٹ نہیں ہیں اور میں جلدی میں ہوں۔ تم ایسا کرو، یہ پرانا پرائز بانڈ رکھ لو، میری تو قسمت میں شاید انعام نہیں ہے، البتہ اگر تمھارا نصیب اچھا ہوا تو یہ ضرور نکلے گا۔''

اس اجنبی شخص نے جب وہ انعامی بانڈ مزمل کے حوالے کرنا چاہا تو مزمل نے وہ لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''کوئی بات نہیں صاحب جی! آپ اگلی مرتبہ پیسے دے دیجیے گا۔''

وہ اجنبی بولا: ''بیٹا! میں اس شہر میں اجنبی ہوں اور اپنا ضروری کام نمٹا کے واپس

اپنے شہر چلا جاؤں گا، اس لیے یہ انعامی بانڈ میں اپنی رضا مندی سے آپ کو دے رہا ہوں۔ آپ اسے میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لو۔''

اس اجنبی کے بے حد اصرار پر مزمل نے وہ پرائز بانڈ اپنے پاس رکھ لیا اور تھوڑی دیر بعد وہ اجنبی بھیڑ میں کہیں غائب ہو گیا۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ ایک دن مزمل حسبِ معمول اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک اخبار فروش کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی: ''انعامی بانڈ کا رزلٹ آ گیا۔''

تب مزمل کو خیال آیا کہ اس کے پاس بھی تو ایک انعامی بانڈ پڑا ہے۔ اس نے وہ انعامی بانڈ اپنے پالش والے بکس سے نکالا اور اخبار فروش سے کہا: ''بھائی! مہربانی کر کے یہ میرا نمبر بھی چیک کر کے دو۔''

اخبار فروش نے اس سے انعامی بانڈ لیا اور اس کا نمبر اخبار میں تلاش کرنے لگا اور پھر وہ زور سے چلّایا: ''مبارک ہو، مبارک ہو، تمھارا پچاس لاکھ روپے کا انعام نکلا ہے۔''

یہ سنتے ہی مزمل کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ سیدھا اپنے گھر آ گیا۔ جب اپنی امی اور بہن کو یہ خوش خبری سنائی تو وہ بھی بہت خوش ہوئیں۔

آج مزمل کا شمار شہر کے چند مال دار لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس نے جوتے بنانے کی فیکٹری قائم کر لی تھی، جہاں سے پورے ملک میں مال بھیجا جاتا تھا۔ اس کی والدہ کا علاج شہر کے ایک اچھے اسپتال میں ہو رہا تھا۔ اس کی بہن گڑیا اعلا تعلیم حاصل کر کے ایک فلاحی اسپتال میں بطور ڈاکٹر کام کر رہی تھی۔

مزمل نے بھی گریجویشن کر لیا تھا۔ گاڑی، بنگلا، نوکر چاکر غرض خدا نے اسے ہر نعمت سے نوازا تھا۔ مزمل نے شادی بھی کر لی اور اب اپنی زندگی فلاحی کاموں کے لیے وقف

کر رکھی تھی۔ اس نے یتیم اور غریب بچوں کے لیے اسکول اور ہاسٹل بھی کھول رکھے تھے، جہاں انھیں مفت تعلیم و تربیت کے ساتھ رہنے کی جگہ بھی دی جاتی تھی۔

اتنی ساری دولت کے باوجود بھی مزمل اپنا پرانا وقت کبھی نہیں بھولا تھا۔ وہ رات کو روزانہ اپنا پرانا پالش والا بکس کھول کے دیکھتا تھا، جو ابھی تک اس نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا، پھر کسی سوچ میں ڈوب جاتا تھا اور آبدیدہ ہو کر خدا کا شکر ادا کرتا تھا۔

ایک دن اس کی بیوی نے پوچھ ہی لیا تو اس نے جواب دیا: ”بیگم! انسان کو اپنی حیثیت کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔ میں اس پالش کے بکس میں اپنی غربت یاد کرتا ہوں، تا کہ دولت کے نشے میں کہیں مغرور نہ ہو جاؤں۔ اس طرح مجھے سکون ملتا ہے اور میں اپنے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔“ ☆

نیکی کا چراغ

جدون ادیب

خدا بخش غلّہ منڈی میں ایک اہم جگہ پر واقع ایک بڑی دکان کا مالک تھا۔ یہ دکان خدا بخش کے والد نے شروع کی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دکان کی قیمت اور بچت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

بابر، خدا بخش کا بیٹا تھا۔ بابر نے جیسے ہی گریجویشن کیا، ماں کے اصرار پر باپ کے ساتھ دکان پر جانے لگا۔ خدا بخش کے منشی سکندر نے اسے ہر فکر سے آزاد رکھا ہوا تھا اور ایک عرصے سے سارا کام بڑی خوبی سے سنبھالا ہوا تھا، مگر وہ جانتا تھا کہ نوکر کے سر پر

کھڑے ہو کر کام نہ لیا جائے تو وہ مالک کو کما کر نہیں دیتا، اس لیے اس کی خواہش تھی کہ اس کا اکلوتا بیٹا اس کی دکان سنبھالے، جس کی آمدنی اتنی تھی کہ بابر کو کسی نوکری کی ضرورت نہیں تھی۔

بابر دکان چلانے کا تجربہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ جمعرات کا دن تھا۔ دوسرے ملازم صغیر اور کامران سودا نکال کر گاہکوں کو دے رہے تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ بابر نے فراغت پائی تو اخبار اُٹھا کر بیٹھ گیا اسی وقت سامنے تھڑے پر بیٹھی ایک ادھیڑ عمر عورت پر اس کی نظر پڑی۔ وہ بہت بے چین اور مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔

بابر نے صغیر کو آواز دے کر قریب بلایا اور پوچھا: ''صغیر! یہ عورت کون ہے، غریب لگ رہی ہے اور کچھ پریشان بھی۔''

صغیر نے سامنے دیکھا، پھر بولا: ''ہاں یہ ایک غریب بیوہ ہے، جمعرات جمعے کو مارکیٹ والے راشن خیرات کے طور پر دے دیتے ہیں، وہی لینے آتی ہے۔''

''مگر کچھ پریشان لگ رہی ہے۔''

''کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا بہت مشکل کام ہے۔'' صغیر آہستہ سے ہنسا: ''ڈھیٹ لوگ تو دن میں ہزاروں کے آگے ہاتھ پھیلا دیں گے، مگر غیرت مند لوگ مجبوری میں ہاتھ تو پھیلاتے ہیں، مگر اندر سے شرمندہ رہتے ہیں۔ یہ عورت بھی ایسی ہی ہے۔''

''ایسے اور بھی کتنے غریب لوگ ہوں گے!'' بابر نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''بہت زیادہ سیٹھ! یہ دنیا دکھوں سے بھری پڑی ہے۔'' صغیر نے ٹھنڈی آہ بھری اور ایک گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

بابر نے دوبارہ اس عورت کا جائزہ لیا۔ وہ دکھوں کی ماری اور ستم رسیدہ دکھائی دے رہی تھی۔ بابر کو اس سے ہمدردی سی محسوس ہوئی۔ چند لمحے سوچتا رہا، آخر اس نے قلم اُٹھایا اور ایک پرچی بنائی۔ اسے پرچی دے کر کہا: ''یہ راشن اس عورت کو دے آؤ۔''

صغیر نے حیرت سے پرچی کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا: ''سیٹھ! تم نے تو ہفتہ دس دن کا راشن لکھ دیا۔ بڑے سیٹھ اور منشی کو پتا چلا تو ناراض ہوں گے۔''

''تم اس کی فکر مت کرو۔'' بابر نے اس کے کاندھے پر تھپکی دی: ''فی الحال کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں۔''

''اچھا سیٹھ!'' صغیر مسکرایا۔ اسے خوشی ہوئی تھی کہ کنجوس سیٹھ کا بیٹا مہربان اور سخی تھا۔ اس نے جلدی سے تمام سودا نکالا اور دو تھیلوں میں ڈال کر اس عورت کو دینے پہنچ گیا۔ صغیر نے عورت سے کچھ کہا تو اس نے بابر کی طرف دیکھا۔ پھر آہستگی سے تھیلے لے لیے اور بابر پر ایک نظر ڈال کر ایک طرف چل پڑی۔ اس کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو بابر کو دور سے نظر آئے۔

بابر نے اس پل بہت خوشی محسوس کی۔ یہ نیکی کر کے بابر کو دلی سکون ملا۔ وہ ایک شریف نوجوان تھا۔ ابا کی اس دکان کی آمدنی خوب تھی اور اس سے کئی مکانات خریدے گئے تھے، جن سے ماہانہ ہزاروں روپے کرایہ آتا تھا۔

بابر نے سوچا کہ وہ لاکھوں کا مالک ہے۔ اسے فضول قسم کا کوئی شوق نہیں ہے۔ دوسرے نوجوانوں کی طرح وہ اپنا وقت اور پیسہ ضائع نہیں کرتا، لہٰذا اگر وہ اپنے جیب خرچ سے یا اپنے امی ابو کے پیسے سے دوسروں کی مدد کر دے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا، نہ کوئی آسمان ٹوٹ پڑے گا، بلکہ وہ ایسی خوشی اور نیکی حاصل کرلے گا، جس سے لوگ محروم رہتے ہیں!

شام کو صغیر نے اسے بتایا کہ وہ عورت ضرورت مند تو ہے، مگر لالچی نہیں لگتی۔ اس لیے مارکیٹ سے خیرات لینے دوبارہ نہیں آئی۔

بابر کو اس بات سے خوشی محسوس ہوئی اور وہ بولا: '' اگر کسی کی ضرورت پوری ہو جائے تو وہ کیوں کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلائے گا۔ ہم تھوڑا تھوڑا کر کے صدقہ خیرات کرتے ہیں تو کیوں نہ ہم اکھٹی کسی کی مدد کر دیں۔ کسی سفید پوش آدمی کو ہاتھ پھیلانے کی

ذلت سے بچالیں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو سیٹھ! مدد ہمیشہ عزت دار، سفید پوش آدمی کی کرنی چاہیے اور اس کے گھر جا کر دیکھ آنا چاہیے کہ اسے کتنی مدد کی ضرورت ہے۔'' صغیر نے کہا تو بابر نے اسے تھپکی دی۔

''صغیر! تم نے براہ راست مدد کا شان دار طریقہ بتایا ہے۔ بہت خوب۔''

''سیٹھ! میرے محلے میں ایک سرکاری ملازم رہتا ہے۔ اپنی پینشن اور گریجویٹی کے لیے آٹھ مہینے سے دھکے کھا رہا ہے۔ ہر کسی کا قرض دار ہو چکا ہے۔ کہو تو اسے بلاؤں، وہ بھی مدد کا حق دار ہے۔'' صغیر نے کہا۔

ریٹائرڈ سرکاری ملازم کے گھر کی حالت بہت خراب تھی۔ بابر نے اس کے گھر میں بیٹھ کر راشن کی پرچی بنائی اور اگلے دن اسے دکان پر بلا لیا۔

اگلے ہفتے عورت آئی تو بابر نے اسے پھر راشن دیا۔ کچھ اور لوگ بھی مل گئے، جو سفید پوش تھے اور وقتی طور پر مالی مسائل کا شکار تھے۔ بابر نے ان کی بھی مدد کر دی۔

کچھ ہی عرصے میں وہ پچاس ہزار روپے سے زائد کا راشن تقسیم کر چکا تھا۔ اس کے بینک میں تقریباً سوا لاکھ روپے جمع تھے۔ بابر نے فیصلہ کیا کہ وہ کل منشی کو پچاس ہزار کا چیک دے گا، تا کہ دکان کے مالی معاملات برابر رہیں، مگر اس سے پہلے ہی والد نے اسے بلا لیا اور بغیر تمہید کے پوچھا کہ یہ پرچی والا کیا سلسلہ ہے۔ اس کی دکان پرچی والی راشن شاپ کے نام سے کیوں مشہور ہوتی جا رہی ہے۔ بابر نے سادہ الفاظ میں سارا معاملہ باپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے والد کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بم پھٹا ہو۔

بابر نے کہا: "میں اپنے جیب خرچ سے یہ کر رہا ہوں۔"

خدا بخش نے بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا اور بولا: "کتنا پیسہ ہے تمھارے پاس اور کتنا خرچ کر دیا ہے۔"

"پچاس ہزار خرچ کر دیے ہیں۔ ستر ہزار اور کروں گا۔"

"اور اس کے بعد کیا کرو گے؟" خدا بخش نے ٹھنڈا پانی پیتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے بعد آپ سے جو تنخواہ لوں گا، وہ خرچ کروں گا اور......"

"اور......"

"اور پھر خاموشی سے بیٹھ جاؤں گا۔ آپ کا پیسہ آپ کی مرضی کے بغیر خدا کی راہ میں بھی خرچ نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ خدا بخش نے اطمینان کی سانس لی: "اب جاؤ سکندر کو بھیجو۔"

سکندر آیا تو خدا بخش نے سختی سے کہا کہ وہ اس معاملے کو دیکھے اور بابر سے رقم وصول کرلے۔ بابر نے منشی کو چیک کاٹ کر دیا اور اگلے دو تین مہینوں میں باقی رقم کی بھی راشن کی پرچیاں بنا کر تقسیم کر دیں۔

اس دن بابر نے سوچا کہ کیا واقعی نیکی کا سفر ختم ہو چکا ہے۔ اگلے ہی دن ایک آدمی آ کر بابر سے ملا اور دونوں ایک ریستوران میں بیٹھ گئے۔ اجنبی نے اپنا تعارف عرفان صدیقی کے نام سے کرایا اور بابر سے پوچھا کہ وہ کن مقاصد کے تحت کام کر رہا ہے اور اسے فنڈنگ کون کر رہا ہے۔

بابر کو ہنسی آ گئی۔ نیکی کے اس سفر میں وہ مقاصد طے کیے بغیر روانہ ہوا تھا اور

فنڈنگ وہ خود کر رہا تھا جواب ختم ہو گئی تھی۔ بابر کے جواب سے عرفان صدیقی کو حیرت ہوئی۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے جیب سے چیک بک نکالی چیک کاٹا اور بابر کو دیتے ہوئے بولا: ''نیکی کا یہ سفر جاری رہنا چاہیے۔ یہ ایک لاکھ کا چیک لو اور یہ نیک کام جاری رکھو۔ میرے لیے مشکل نہیں کہ سال چھے مہینے بعد لاکھ رپے کا چیک آپ کو دے دیا کروں۔''

''مگر آپ کون ہیں اور بغیر مجھے جانے اتنا اعتماد کیوں کر رہے ہیں۔'' بابر نے حیرت سے پوچھا۔

عرفان صدیقی مسکرایا اور بولا: ''میرے دوست! میں آپ کے بارے میں ساری معلومات اکھٹی کر چکا ہوں۔ میں ایک بزنس مین ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے خون پسینے کی کمائی جائز طریقے سے خرچ ہو۔ اتنا وقت نہیں کہ مستحق لوگوں کو ڈھونڈوں۔ آپ یہ کام کر رہے ہیں تو میرے پیسے بھی شامل کر دیں۔''

اس نے بابر کو اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا: ''آپ جو رقم خرچ کر رہے ہیں اس کا باقاعدہ ایک رکارڈ بنائیں۔ میں آپ کو جلد مزید رقم بھی دوں گا اور اس کام کو زیادہ منظم انداز میں کرنے کا طریقہ بھی سمجھاؤں گا۔''

عرفان صدیقی چلا گیا، مگر بابر کافی دیر تک اس کے دیے ہوئے چیک کو دیکھتا رہا اور اگلے دن یہ چیک کیش ہو گیا۔ بابر کا دل اور بڑا ہو گیا اور وہ دوبارہ خدمتِ خلق میں مصروف ہو گیا۔ تین مہینے بعد عرفان صدیقی نے اسے بلا کر ایک لاکھ کا چیک دیا اور اسے ایک وکیل سے ملوایا جس نے بابر کے بنائے ہوئے کھاتے کو دیکھ کر عرفان صدیقی کو یقین

دلایا کہ ان کا کام ہو جائے گا۔

عرفان صدیقی نے بابر کو سمجھایا کہ وہ کسی فلاحی تنظیم یا ٹرسٹ کے تحت اپنا کام کرلے، تاکہ وہ اس کے لیے اپنے دوستوں سے بھی مدد لے سکے اور خود بھی زیادہ مدد کر سکے۔ بابر نے حامی بھر لی اور اس کی تنظیم راشن ٹرسٹ کے نام سے رجسٹرڈ ہو گئی۔ عرفان صدیقی نے اس ٹرسٹ میں کئی اور مخیّر لوگوں کو شامل کرلیا۔ ٹرسٹ میں مزید تین لاکھ رپے جمع ہو گئے۔ آہستہ آہستہ کچھ اور لوگ بھی بابر کو امداد دینے لگے۔

بابر اور اس کا دوسروں کی مدد کا طریقہ کار لوگوں کو بہت پسند آیا تھا۔ اب مارکیٹ کے کئی دوسرے دکان دار بھی اس کی مدد کر رہے تھے اور اسے ایک دفتر بھی بلا معاوضہ فراہم کر دیا گیا تھا۔ یونین والوں نے مارکیٹ میں بھیک دینے پر پابندی عائد کر دی اور سفید پوش لوگوں کو بابر سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔

بابر کے علاوہ اس کے والد خدا بخش کے لیے بھی یہ کام ترقی اور شہرت کا سبب بنا۔ یونین والوں نے اسے اپنا سینئر نائب صدر بنا لیا۔ اس کی دکان تین منزلہ ہو گئی۔ کئی نئے کاؤنٹر بن گئے۔ دکان میں چھے مزید ملازموں کا اضافہ ہو گیا۔

بیرون شہر بھی اجناس سپلائی کا کام شروع کر دیا گیا۔ راشن لینے والے اپنے گھر کا دیگر سامان بھی یہیں سے خریدنے لگے، جس سے مجموعی آمدنی بھی بڑھ گئی۔

اب راشن ٹرسٹ بھوک اور غربت کے خلاف نبرد آزما ہے۔ بابر اب بھی گلی محلوں، بازاروں میں گھومتا پھرتا اور مستحق لوگوں کو تلاش کرتا ہے۔

☆☆☆

اچھے بچّو!

محمد شفیق اعوان

میرے دیس کے اچھے بچّو!
کومل کومل، سچّے بچّو!
ہم سب کی پہچان بنو
اپنے بڑوں کی آن بنو
بات پہ اپنی پکّے رہو
قول و فعل میں سچّے رہو
پاکستان آزاد وطن ہے
تم سے ہی بہارِ چمن ہے
وطن کی یہ آزاد زمیں
دینِ اسلام کی ہے امیں
چاند سے پیارے پیارے بچّو!
سب کی آنکھ کے تارے بچّو!
خدمت سب کی کرتے رہنا
راہِ بد سے ڈرتے رہنا

درختوں کی بد دعا

سمعیہ غفار

دانش میٹرک کا طالب علم تھا۔ بڑا ہونہار بچہ تھا درد مند دل رکھنے والا۔ کسی کو مصیبت میں دیکھتا تو فوراً اس کی مدد کو پہنچ جاتا اور اس کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ اس سے کسی کو کوئی شکایت نہیں تھی۔

ایک روز دانش اسکول سے گھر جا رہا تھا تو اسے کسی کی آواز سنائی دی۔ اسے ایسا لگا جیسے کوئی بھکاری صدا دے رہا ہو۔ دانش نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے درخت کے سائے میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا، جو سر جھکائے دونوں ہاتھ مٹی میں ڈالے مسلسل صدا لگائے جا رہا تھا: ''درخت لگاؤ ثواب کماؤ، درخت لگاؤ ثواب کماؤ۔''

دانش اس بوڑھے کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ پودے لگا رہا تھا۔ دانش نے قریب پہنچ کر اسے سلام کیا اور اجازت لے کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''بابا! آپ کا نام کیا ہے؟'' دانش نے پوچھا۔

''عرفان!'' بابا نے کہا۔

''بابا! آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں اور اس طرح صدائیں کیوں لگا رہے ہیں۔'' دانش نے سوال کیا۔

دانش کی بات سن کر بابا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ دانش نے انھیں تسلّی دی تو وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولے: ''ارے بیٹا! یہ بہت لمبی کہانی ہے، تم جاؤ تمھیں دیر ہو جائے گی۔''

''نہیں بابا! آپ بتائیں مجھے دیر نہیں ہوگی۔''

بابا نے کہنا شروع کیا: ''یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں انٹر پاس کر کے ایک

لکڑی کے کارخانے میں ملازم ہوا۔ اللہ کے فضل سے میں ایک ذہین نوجوان تھا۔ تمام کام جلدی سیکھ گیا اور مہارت بھی حاصل کر لی۔ میں اپنے کام میں اتنا ماہر ہو گیا تھا کہ مجھے کسی کی رہنمائی کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ میری ذہانت اور جلد سیکھنے کی صلاحیت نے میرے اندر غرور پیدا کر دیا۔ میں نے اپنی اس تبدیلی کو محسوس بھی کیا، لیکن نظر انداز کر دیا۔ ایک روز میں کام پر دیر سے پہنچا تو کارخانے کے مالک نے مجھے بہت ڈانٹا اور سب لوگوں کے سامنے میری بے عزتی کی۔ اصل میں وہ پہلے سے ہی کسی بات پر غصے میں بھرے بیٹھے تھے، مجھے دیکھتے ہی انھوں نے سارا غصہ مجھ پر اُتار دیا۔ میں نے ہمیشہ اپنا کام ایمان داری سے کیا تھا اور وقت کا بھی ہمیشہ خیال رکھا تھا، اس لئے مجھے اپنے مالک کی بات بہت بری لگی اور میں نے غصے میں آ کر ملازمت چھوڑ دی۔

گھر آ کر میں نے اپنی ماں کو سارا قصہ سنایا، ماں نے مجھے بہت سمجھایا کہ بیٹا وہ تمھارے مالک ہیں اور عمر میں بھی تم سے بڑے ہیں، اگر انھوں نے تمھیں کچھ کہہ بھی دیا تو اس میں برائی کیا ہے۔ بڑے جو کہتے ہیں اس میں بچوں کی بھلائی ہی ہوتی ہے۔ آج کل کے نوجوانوں میں تو برداشت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تم کل کارخانے جا کر اپنا کام دوبارہ شروع کرنا۔

میں نے ماں کی بات سنی ان سنی کر دی اور ضد میں آ کر فیصلہ کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں اس سیٹھ کے ہاتھوں اپنی مزید بے عزتی نہیں کرواؤں گا اور وہاں کبھی کام کرنے نہیں جاؤں گا۔ مجھے سارا کام آتا ہے، اب میں اپنا کام شروع کروں گا اور اس سیٹھ سے بھی بڑا آدمی بن کر دکھاؤں گا۔ آخر یہ سیٹھ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے۔ بس اپنے فیصلے پر عمل درآمد کرنا شروع کیا اور کچھ رقم قرض لے کر کچھ ضروری مشینیں خرید لیں۔ اب مجھے لکڑیوں کی ضرورت محسوس ہوئی، لہٰذا میں نے اپنے آس پاس کے علاقے کے درخت

کاٹنے شروع کر دیے تاکہ اپنا کام شروع کر سکوں۔

میری ماں نے مجھے درخت کاٹنے سے بہت منع کیا کہ بیٹا درخت لگانا اور ان کی حفاظت کرنا بہت ثواب کا کام ہے۔ درخت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ درخت ہمارے ملک کو خوب صورت اور ماحول کو خوشگوار بناتے ہیں۔ درخت ہمیں سبزیاں، پھل، جڑی بوٹیاں اور سایا فراہم کرتے ہیں۔ درختوں کو دیکھ کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک اور سکون ملتا ہے۔ ہماری بینائی تیز ہوتی ہے۔ درخت ہمیں آکسیجن دیتے ہیں جو ہماری زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ درخت ہمارے ماحول کو آلودگی سے بھی بچاتے ہیں۔

غرض میری ماں نے مجھے درختوں کے بہت فائدے بتائے اور مجھے سمجھانے کی بھی بہت کوشش کی کہ میں درخت کاٹنے جیسے گھناؤنے جرم سے باز رہوں۔ لیکن میں اپنی ضد پر اڑا رہا اور اپنی ماں کی نصیحت کو نظر انداز کر دیا۔

ایک روز میں درخت کاٹنے میں مصروف تھا کہ مجھے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، آواز بڑھتے بڑھتے سسکیوں میں تبدیل ہوگئی، لیکن میں نے آواز کی طرف توجہ نہ دی اور اپنے کام میں مصروف رہا۔ اتنے میں ایک ننھی چڑیا اُڑتی ہوئی آئی اور میرے سامنے پھڑ پھڑانے لگی، شاید وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن میں اس کی بات نہ سمجھ سکا۔

گھر آکر میں نے ماں سے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ سسکیاں ان درختوں کی تھیں جنھیں تم کاٹ رہے تھے اور وہ فریاد کر رہے تھے کہ ہمیں مت مارو، ہمیں جینے دو۔ اور وہ ننھی چڑیا اپنے گھر کی بربادی پر تڑپ رہی تھی اور تم سے التجائیں کر رہی تھی کہ خدا کے لئے مجھے بے گھر مت کرو۔

میں نے ماں کی بات کو ہنس کر ٹال دیا کہ درخت بھلا کیسے رو سکتے ہیں وہ تو بول بھی نہیں سکتے۔ ماں نے کہا: ''بیٹا! درخت جان دار ہیں وہ سب کچھ محسوس کر سکتے ہیں۔''

وقت گزرتا گیا میں نے خوب دل لگا کر محنت کی، اپنا کارخانہ لگا لیا، دولت کی ریل پیل ہو گئی اور آخر کار میں سیٹھ سے بھی زیادہ دولت مند ہو گیا۔ اس دوران میری عمر بھی کافی زیادہ ہو گئی اور میری ماں بھی اللہ کو پیاری ہو گئی میں اکیلا رہ گیا۔ مرتے دم تک ماں یہی کہتی رہی کہ بیٹا درخت مت کاٹنا اور پرندوں اور درختوں کی بددعاؤں سے بچنے کی کوشش کرنا اور میں ہمیشہ یہی سوچتا کہ بھلا درخت کیسے بددعا دے سکتے ہیں۔

ایک روز میں اپنے کارخانے میں کام کر رہا کہ اچانک کارخانے میں آگ لگ گئی۔ دھوئیں سے میرا دم گھٹنے لگا اور میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو میں اسپتال میں تھا، مجھے سانس کی بیماری لاحق ہو گئی اور میرا سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔ اس وقت مجھے اپنی ماں کی بہت یاد آ رہی تھی، لیکن افسوس اس بات کا تھا کہ وہ اس مشکل گھڑی میں میرے ساتھ نہیں تھی۔

ایک رات ماں میرے خواب میں آئی اور مجھے پیار کر کے کہنے لگی: ''دیکھو بیٹا! تم نے میری بات نہیں مانی اور درختوں اور ننھی چڑیا کی بددعا تمھیں لگ گئی۔ دیکھو بیٹا! پرندے، جانور اور درخت سب جان دار ہیں یہ کچھ بولتے نہیں، لیکن محسوس سب کرتے ہیں۔ ان کے اندر بھی زندگی ہوتی ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ چلی گئیں۔

جب میں صبح بیدار ہوا تو میری زندگی ہی بدل چکی تھی۔ مجھے اپنی ماں کی تمام باتیں اچھی طرح سمجھ میں آ چکی تھیں۔ میں نے اٹھ کر نماز ادا کی، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور فیصلہ کیا کہ میں اب کبھی درخت نہیں کاٹوں گا، بلکہ مزید پودے اور درخت لگاؤں گا، تاکہ میرے گناہوں کی تلافی ہو سکے اور مرنے کے بعد مجھے سکون مل سکے، اسی لیے میں

اور لوگوں کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ درخت لگاؤ ثواب کماؤ، درخت لگاؤ ثواب کماؤ۔'

بابا اپنی داستان سناتے سناتے رو پڑے اور دانش سے بولے' بیٹا' درخت لگانا صدقۂ جاریہ ہے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم گھر جا کر ایک پودا ضرور لگاؤ گے اور ہمیشہ اس کا خیال رکھو گے اور اس کی بددعا سے بھی بچو گے۔

دانش نے بابا سے وعدہ کیا اور گھر پہنچ کر اس نے گھر کے باہر ایک ننھا پودا لگایا اور اس پودے کے ساتھ ایک چھوٹا سا بورڈ بھی آویزاں کر دیا، جس پر لکھا تھا: ''درخت اور پودے ہمارا بیش بہا سرمایہ ہیں' آؤ آگے بڑھو اور شجر کاری مہم میں اپنا حصہ ڈالو۔ آؤ زیادہ سے زیادہ درخت لگاؤ اور ثواب کماؤ۔'' ☆

حیرت انگیز کیڑے مکوڑے

نسرین شاہین

اس کائنات کے خالق نے انسان کے ساتھ ساتھ بے شمار جانور بھی پیدا کیے۔ ان میں وھیل جیسے سمندری جانور سے لے کر سمندری کائی اور چٹانوں کے اندر پائے جانے والے وہ حقیر کیڑے بھی شامل ہیں، جنھیں انسانی آنکھیں خُردبین کے بغیر نہیں دیکھ سکتیں، پھر ایسے کیڑے بھی موجود ہیں، جنھیں ظاہر کرنے سے خُردبین بھی عاجز ہے، ان سب کا باقاعدہ اور منظم سلسلہ حیات قائم ہے۔

کیڑے مکوڑوں کی دنیا بہت حیرت انگیز ہے۔ ان کی دس لاکھ سے بھی زیادہ اقسام اب تک معلوم کی جا چکی ہیں۔ دنیا کے دوسرے تمام جانوروں کی اقسام کو اکھٹا کیا جائے تو بھی کیڑے مکوڑوں کی تعداد کہیں زیادہ ہوگی۔ ایک تہائی کیڑوں کی خوراک دوسرے چھوٹے کیڑے ہوتے ہیں۔ کچھ کیڑے آگے بڑھ کر اپنے شکار پر قابو پا لیتے ہیں، جب کہ کچھ کیڑے کیموفلاج، یعنی رنگ روپ تبدیل کرنے کا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ پودوں جیسی شکل والے کیڑے آسانی سے نباتات میں چھپ کر ان جیسا روپ دھار لیتے ہیں۔

بعض کیڑے مکوڑے اور انتہائی مختصر حشرات مثلاً ''امیبا'' (AMOEBA) اور ''پیرامیسیم'' (PARAMECIEUM) نامی دو ننھے منے کیڑوں کو لیجیے، جو تالابوں، جھیلوں اور سمندر میں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کیڑوں کی جسامت ایک انچ کے سویں حصے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہ کیڑے خُردبین کی مدد سے ہی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس قدر مختصر مخلوق کی پیدائش اور افزائش کا طریقہ قدرت نے انتہائی حیرت انگیز اور دل چسپ

بنایا ہے۔ یہ کیڑے ایک خاص مدت تک پانی میں پڑے رہتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کا درمیانی جسم باریک ہو جاتا ہے اور پھر وہیں سے ہر کیڑے کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اب یہ دو الگ الگ کیڑے ہو گئے، اس طرح یہ کیڑے وقت مقررہ پر پھر دو ٹکڑوں میں بٹ جاتے ہیں اور یوں ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

جگنو بھی ایک حیرت انگیز کیڑا ہے۔ برسات کے دنوں میں رات کے وقت جب جگنو اڑتے ہیں تو کتنے اچھے لگتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے ستارے زمین پر اتر آئے ہیں۔ اگر پچاس جگنوؤں کا جھنڈ اکٹھا ہو جائے تو اتنی روشنی ہو سکتی ہے کہ اس میں آسانی سے کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔ جگنوؤں کی کوئی دو ہزار قسمیں دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ جگنو اپنے دشمن سے محفوظ رہنے کے بہت سے طریقے جانتا ہے۔ وہ ان کی پکڑ میں آسانی سے نہیں آتا۔ سب سے پہلے تو وہ دشمن کو دیکھتے ہی چمکنا بند کر دیتا ہے۔ جگنو گوشت خور جانور ہے۔ گھونگھے اسے بہت پسند ہیں۔ دوسرے چھوٹے کیڑوں کو شکار کرنے کے لیے قدرت نے اسے عجیب و غریب صلاحیت سے نوازا ہے۔ ایک طرح کا زہر اس کے اندر ہوتا ہے، جسے وہ بہت چالاکی سے استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے شکار کے پاس پہنچ کر اس کو اپنی مونچھوں سے دھیرے دھیرے گدگداتا ہے اور اسی دوران ہی اپنا زہر اس کے اندر داخل کر دیتا ہے۔ یہ زہر شکار کے جسم کو بے حس کر دیتا ہے۔ اس زہر سے شکار کا جسم دھیرے دھیرے گلنے بھی لگتا ہے۔ اس طرح شکار ایک محلول کی شکل میں بدل جاتا ہے، جسے جگنو بہت شوق سے پیتا ہے۔ یہی اس کی غذا ہے۔

بچھو کا تعلق چیونٹی، مکڑی وغیرہ کے خاندان سے ہے۔ عام بچھو ڈیڑھ، پونے دو انچ لمبا اور مٹیالے رنگ کا ہوتا ہے۔ بچھو کے جبڑوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ یہ بلی،

خرگوش وغیرہ کی ہڈیاں تک چبا سکتا ہے اور زہریلا اس قدر ہوتا ہے کہ ایک بار کاٹنے سے بڑے بڑے زہریلے سانپ تک مر جاتے ہیں۔ بچھو کے پیٹ کے پچھلے حصے میں گیہوں کے دانے کے برابر زہر کی تھیلی ہوتی ہے۔ اس تھیلی کے منھ پر مڑا ہوا ڈنک ہوتا ہے، پیٹ کے اگلے حصے میں بچھو کی دو سے آٹھ تک آنکھیں ہوتی ہے۔ بچھو کی ڈیڑھ ہزار اقسام دریافت ہوئی ہیں، جن میں سے کچھ اپنی دم میں موجود زہریلے ڈنک سے دشمن کو مار ڈالتے ہیں۔ سب سے زیادہ مہلک موٹی دم والا بچھو (TUNISIAN) ہوتا ہے۔ بچھو کے کان نہیں ہوتے۔ کسی بھی آواز کو وہ اپنے پیروں کے ذریعے ہی سنتا ہے۔ بچھو کی سب سے انوکھی خاصیت بھوکا رہنا ہے۔ عام طور پر بچھو بیس سے پچیس دن تک کچھ کھائے بغیر زندہ رہتا ہے۔ امریکا میں ایسے بچھو پائے جاتے ہیں جو چھے مہینے تک بھوکے رہ سکتے ہیں۔ ☆

خدمتِ خلق کا مرتبہ بُلند — نفیِ ذات کے بغیر ممکن نہیں

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی رکن شوریٰ ہمدرد معروف ادیب و مُفکّر محترم ڈاکٹر فرحت عباس تھے۔ معروف ماہرِ تعلیم محترمہ نور قریشی بھی اجلاس میں شریک تھیں۔ اس بار موضوع تھا:

خدمتِ خلق کا مرتبہ بلند — نفیِ ذات کے بغیر ممکن نہیں

نونہال عائشہ اسلم اسپیکر اسمبلی تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید و ترجمہ نونہال شعیب اقبال نے، حمدِ باری تعالیٰ نونہال عائشہ ثنا نے اور نعتِ رسولِ مقبولؐ احتشام علی نے پیش کی۔

نونہال مقررین میں مہک زہرہ، شہیر سرفراز، منیبہ شاہ، نویرا ایمان اور عبداللہ نذیر شامل تھے۔ نونہالوں نے قایدِ نونہال شہید حکیم محمد سعید کو ان کی خدمات پر پُر زور الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کے افکار کی روشنی میں ملک و ملت کی خدمت کو اپنا شعار بنانے کے عزم کا اظہار کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ انسانی تاریخ میں جہاں بادشاہوں، حکمرانوں، امیروں اور وزیروں کے کارنامے لکھے گئے ہیں، وہاں انسانی تاریخ ایسے جلیل القدر ناموں سے بھی منور ہے جو فلاحِ انسان کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر عزت و احترام کے حق دار ہوئے اور لوگوں کے دلوں پر

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں ڈاکٹر فرحت عباس کے ساتھ دیگر مہمان اور نونہال تقریر کر رہے ہیں۔

حکومت کی۔ شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے زندگی کے ہر گوشے میں سادگی اختیار کی اور اپنے تمام وسائل قوم کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر کے خدمتِ خلق کی روشن اور قابلِ تقلید روایات میں اضافہ کیا۔

محترمہ نور قریشی نے نونہالوں سے کہا کہ اپنے ماں باپ، اساتذہ کرام اور بڑوں کا احترام کریں تبھی آپ کو اچھا علم حاصل ہوگا۔ نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے، جس کے دل میں اللہ پاک کا خوف ہوگا۔

محترم ڈاکٹر فرحت عباس نے کہا کہ قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال، شہید حکیم محمد سعید، عبدالستار ایدھی جیسے لوگوں نے اپنے ذاتی مفادات اور آرام کو ترک کیا، تبھی اس بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ شہید حکیم محمد سعید نے نونہال اسمبلی و شوریٰ ہمدرد جیسے ادارے بھی قائم کیے، جن کی بدولت ہم اپنی نئی نسل کو ان کے افکار کی روشنی میں تیار کر سکتے ہیں۔

اس موقع پر شہید حکیم محمد سعید کی عقیدت مند اور کنٹرولر پی ٹی وی نیوز محترمہ فرخندہ شمیم نے بطورِ خاص شرکت کر کے شہیدِ پاکستان کو ان کی گراں قدر خدمات پر اپنے منظوم کلام میں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ نونہالوں نے شہیدِ پاکستان کی سال گرہ

کے موقع پر ایک خصوصی پروگرام پیش کیا، جس میں ان کی خدمات پر زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ آخر میں دعائے سعید کے بعد شہیدِ پاکستان کی ۹۶ ویں سال گرہ کا کیک بھی کاٹا گیا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

کوڑا کرکٹ کے ڈھیر اور گندگی سے بھرے کھلے میدانوں میں موجود خانہ بدوشوں کے پیوند لگے خیمے، جس میں نہ دھوپ کی تیزی روکی جا سکتی ہے اور نہ بارش کی بوچھاڑ۔ کیا عجب لوگ ہیں، جو موسم کی ہر شدت کو برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ نسل در نسل جھگیوں میں بسنے والے ان خاندانوں سے وابستہ غیر صحت مند ماحول میں پلنے والے یہ معصوم نونہال بھی پاکستانی ہیں۔ ان بے خبر بچوں کو خبر ہی نہیں کہ ان کا مستقبل کتنا تاریک ہے، تمام عمر کی گداگری ان کے نصیب میں لکھ دی گئی ہے، کیا جھگیوں میں زندگی گزارنے والے یہ نونہال ان ہی ہمارا مستقبل ہیں؟ کیا ان بچوں کو اچھی خوراک اور علاج دوا پر اتنا ہی حق نہیں جتنا کہ دوسرے بچوں کا؟ بے بسی میں جنم لینے والے یہ معصوم نونہال پوری انسانیت سے سوال کر رہے ہیں کہ کیا ہماری بھی کوئی شناخت ہے؟

گزشتہ دنوں ہمدرد نونہال اسمبلی کے زیرِ اہتمام شہید حکیم محمد سعید کے ۹۶ ویں یومِ ولادت کی مناسبت سے قومی یومِ اطفال کے موقع پر ایک خصوصی نشست کا انعقاد جھگیوں میں رہنے والے نونہالوں کے درمیان کیا گیا۔ ان نونہالوں کے لیے خصوصی طور پر پپٹ شو (پتلی تماشا)، میجک شو، فیس پینٹنگ، انعامات اور ہمدرد فری طبی کیمپ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر جھگیوں میں جا کر کھانا بھی تقسیم کیا گیا۔ اس موقع پر

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور کے زیرِ اہتمام، قومی یومِ اطفال کے
موقع پر منعقدہ پروگرام میں چند غربت زدہ پاکستانی نونہال

ان نونہالوں کے چہروں پر جو خوشی کے تاثرات دکھائی دے رہے تھے، وہ قابلِ دید تھے۔
پروگرام کے پہلے حصے میں موضوع سے متعلق مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے خطاب کیا
اور کہا کہ پیارے بابا شہید حکیم محمد سعید کی زندگی کا ہر لمحہ انسانوں کی خدمت میں گزرتا تھا۔
حکیم صاحب کہا کرتے تھے کہ خدمتِ خلق کا بلند مرتبہ اپنی ذاتی خواہشات کی قربانی کے
بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اجلاس کی صدارت سیکریٹری ویلفیئر ایسوسی ایشن سبزہ زار،
پرنسپل گورنمنٹ کالج آف کامرس سبزہ زار اور چیئرمین انجمن اساتذہ پاکستان
محترم پروفیسر محمد احمد اعوان نے کی۔

☆☆☆

بلاعنوان انعامی کہانی

صداقت حسین ساجد
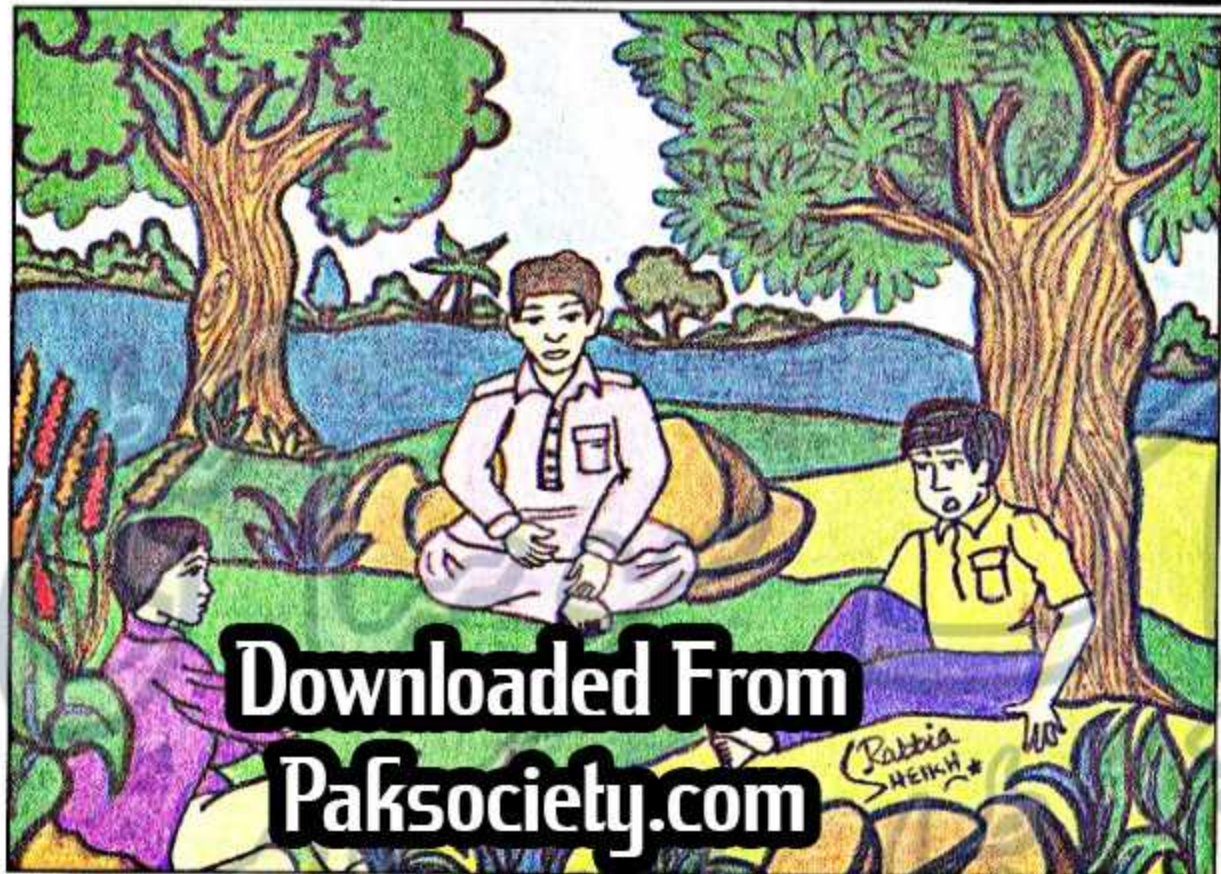
وہ تینوں بھائی شہزادے تھے، جو سفر میں تھے۔ بڑے بھائی نے کہا: ''بھائیو! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔''

اپنے بڑے بھائی کی بات سن کر وہ دونوں چونک پڑے: ''خواب...... کیسا خواب؟''

''خواب میں مجھے دودھ کا پیالہ اور روٹی ملی ہے۔ اسے کھانے پینے سے میرا پیٹ بھر گیا ہے۔''

اب منجھلا بھائی بولا: ''خواب تو میں نے بھی دیکھا ہے۔''

''تم نے کیا دیکھا ہے؟''

دونوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے مچھلی اور روٹی کھانے کو دی ہے، میں نے سیر ہو کر کھایا۔''

اب دونوں بڑے بھائیوں نے چھوٹے کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش رہا۔

یہ دیکھ کر بڑا بھائی بولا: ''اے بھائی! کیا تم نے کوئی خواب نہیں دیکھا؟''

''خواب تو میں نے بھی دیکھا ہے۔''

''پھر بتاتے کیوں نہیں؟'' بڑے بھائی نے کہا۔

''اس بات کو رہنے دیں۔'' چھوٹے بھائی نے جواب دیا۔

''کیوں رہنے دیں؟'' منجھلے بھائی نے کہا۔

''جو خواب میں نے دیکھا ہے اگر بتا دیا، تو آپ دونوں مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔''

''عجیب بات ہے، ہم کیوں ناراض ہونے لگے۔''

''ٹھیک ہے، پھر سنیں میں نے خواب میں دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت مہربانی کی ہے۔''

''کیسی مہربانی؟''

''میں بادشاہ بن گیا ہوں اور میری دو ملکائیں ہیں۔''

یہ سنتے ہی دونوں بھائی اس کا مذاق بنا کر بُرا بھلا کہنے لگے۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا، آپ دونوں کو بُرا لگے گا۔''

''اگر تم اتنے خوش نصیب ہوتے، تو ہم اپنے والد کی بادشاہت سے یوں محروم نہ ہوتے۔''

اسے بہت دکھ ہوا۔ وہ بیٹھ کر رونے لگا، اسی لیے تو وہ اپنا خواب نہیں سنانا چاہتا تھا کہ اس کے بھائی غصہ کریں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے بھائی آگے جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تو چھوٹے بھائی نے کہا: ''آپ دونوں جایئے، میں یہیں رہوں گا۔''

انھوں نے اپنی سی کوشش کر ڈالی، لیکن وہ نہ مانا۔ مجبوراً وہ اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

وہ تینوں شہزادے تھے۔ ان کا باپ ایک رحم دل بادشاہ تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کی بادشاہت میں شیر اور بکری ایک ہی جگہ سے پانی پیتے ہیں۔

اسے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا کر رکھا تھا۔ بادشاہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تیسرے بیٹے سے نوازا، تو ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ چھوٹا شہزادہ اپنے بڑے بھائیوں سے زیادہ خوب صورت اور پیارا تھا۔ بادشاہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے غریبوں کے لیے اپنے خزانے کا منھ کھول دیا۔ چالیس دن تک خیرات کا سلسلہ جاری رہا۔ غریبوں کو اتنا کچھ ملا کہ اب ان کا شمار بھی امیروں میں ہونے لگا تھا۔

جشن سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ نے اپنے نجومیوں کو بلایا: ''شاہی نجومیو! ہمیں ہمارے اس شہزادے کی قسمت سے آگاہ کیا جائے۔''

''عالی جاہ! آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔''

اتنا کہہ کر انھوں نے علم نجوم سے حساب کتاب لگانا شروع کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے، تو ان کے سربراہ نے عرض کیا: ''عالی جاہ! جان کی امان پائیں، تو کچھ عرض کریں۔''

''تمھیں جان کی امان دی جاتی ہے۔''

''عالی جاہ! شہزادے کا نصیب تو بہت اچھا ہے، لیکن......''

''لیکن کیا......؟''

لیکن جب یہ نو برس کے ہو جائیں گے، تو انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''کیسی مشکلات؟''

''انھیں اپنے رشتے داروں سے جدا ہونا پڑے گا۔''

''ان مشکلات سے نجات بھی ملے گی یا نہیں؟''

''جوان ہو کر ان سب مشکلات سے ان کا پیچھا چھوٹ جائے گا یہ ایک بہت بڑی سلطنت کے بادشاہ بنیں گے۔''

بادشاہ نے یہ سن کر نجومیوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔

شہزادے کا نام سلمان رکھا گیا۔ اس کی پرورش کے لیے ملکہ نے الگ سے خاص کنیزیں مقرر کیں۔ انھوں نے شہزادے کو بہت لاڈ پیار سے پالا۔ جب وہ چھے سال کا ہوا، تو اسے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کے حوالے کر دیا گیا۔ یوں اس کی تعلیم اور تربیت ساتھ ساتھ شروع ہوگئی۔ شہزادہ پیدائشی طور پر باصلاحیت تھا، اس لیے اس کی صلاحیتوں کے جوہر سب کو نظر آنے لگے۔

ابھی شہزادہ نو سال کا ہی ہوا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ تینوں بھائی بہت چھوٹے

تھے اور ملک کو چلانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر وزیر اعظم کی نیت خراب ہوگئی۔ اس نے ملکہ کو قید کر دیا اور شہزادوں کو ملک سے نکال دیا، پھر تخت پر قبضہ کر کے بادشاہ بن گیا۔

ان تینوں شہزادوں کو وزیر اعظم کا ڈر تھا کہ کہیں وہ انھیں اب قتل ہی نہ کرا دے، اس لیے وہ پھٹا پرانا لباس پہن کر چپکے سے شہر سے باہر نکل آئے۔ چلتے چلتے جب وہ تھک گئے، تو ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان پر پہلی بار ایسی مصیبتیں آئی تھیں، اس لیے ان کا بہت بُرا حال تھا۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے کرتے وہ جانے کب نیند کی آغوش میں چلے گئے، انھیں پتا ہی نہ چلا۔

نیند کے دوران ہی انھوں نے خواب دیکھے تھے، جو ایک دوسرے کو سنائے۔

چھوٹا شہزادہ تو اپنے بڑے بھائی سے ڈانٹ کھا کر وہیں بیٹھا رہا، جب کہ وہ دونوں آگے روانہ ہوگئے۔

جب اس کے بھائی بہت دور نکل گئے، تو وہ اُٹھا اور ایک طرف چل دیا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ چلتے چلتے شام ہوگئی۔ اب وہ بہت تھک چکا تھا۔ تھوڑا بہت کھانا جو اس کے پاس تھا، اس نے کھایا اور ایک درخت کے نیچے سوگیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ رات کو یہاں آرام کرلیا جائے، صبح پھر سفر شروع کر دے گا۔

اس درخت پر ایک دیو رہتا تھا، جو آدم خور تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک انسان درخت کے نیچے سو رہا ہے، تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اس کے منھ میں پانی بھر آیا تھا۔ وہ درخت سے نیچے اُترا۔ وہ شہزادے گل منیر کو کھا جانا چاہتا تھا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ شہزادے کے پاس پہنچا، اس کے دل میں شہزادے کے لیے رحم کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ شہزادہ خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ معصوم سا بھی تھا، اس لیے دیو اسے نقصان نہ پہنچا سکا۔ دیو نے سوچا کہ میں تو اسے نہیں کھاؤں گا، لیکن اسے راستے میں

کہیں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے، کیوں نہ اسے اس ویران راستے سے اُٹھا کر شہر کے پاس چھوڑ دوں۔''

یہ سوچ کر اس نے سوئے ہوئے شہزادے کو اس طرح سے اُٹھایا کہ اس کی نیند نہ ٹوٹی۔ دیو شہزادے کو لیے ہوئے ایک شہر کے قریب پہنچا۔ اس نے شہزادے کو وہیں ایک جگہ لٹایا اور خود واپس چلا گیا۔ شہزادہ ابھی تک سویا ہوا تھا۔

شہزادے کی آنکھ کھلی، تو وہ حیران رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ تو ایک ویران جگہ پر درخت کے نیچے سویا تھا، یہاں کیسے پہنچا؟ پھر اس نے اسے قدرت کا کرشمہ سمجھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگا۔

اسے بھوک ستا رہی تھی۔ اس نے کچھ سوچا اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ نمازیوں نے اسے مسافر سمجھ کر کھانا دیا۔ اس نے کھانا کھایا اور وہیں مسجد میں آرام کرنے لگا۔

مسجد کے امام صاحب نے اس کی حالت دیکھی، تو اس سے وجہ پوچھی۔ شہزادے نے انھیں سب کچھ بتا دیا۔

''آپ...... آپ شہزادے ہیں؟''

''جی ہاں!''

''میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ بھی کہاں مارے مارے پھرتے رہیں گے۔ میرے بیٹے بن جائیں اور یہیں میرے پاس رک جائیں۔''

شہزادے نے بھی سوچا کہ میں کہاں دھکے کھاؤں گا، ان کے پاس ہی رہ جاتا ہوں۔ اس نے امام صاحب سے کہا: ''ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے۔''

یہ سن کر امام صاحب کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

یوں وہ ان کے ساتھ رہنے لگا۔ امام صاحب کے پاس بڑے بڑے معزز گھرانوں کے

بچے بھی پڑھنے آتے تھے۔ ان میں شہزادی اور وزیر زادی بھی تھی۔ شہزادہ ان کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگا۔

شہزادے کی خوب صورتی اور ذہانت سے وہ دونوں بہت متاثر ہوئیں۔ یوں ان کی دوستی شہزادے سے ہوگئی۔ جلد ہی شہزادی کو پتا چل گیا کہ وہ ایک شہزادہ ہے۔ بادشاہ کی موت کے بعد ان کے غدار وزیر اعظم نے ملک پر قبضہ کرلیا۔ وہ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ دونوں بھائی الگ ہو گئے۔ اب وہ تنہا امام صاحب کے ساتھ رہتا ہے۔

تعلیم مکمل ہونے کے بعد شہزادی نے اپنی خاص ملازمہ کے ذریعے سے بادشاہ کو اپنی خواہش سے آگاہ کر دیا کہ اس کی شادی شہزادے سلمان سے کر دی جائے۔ اس شہزادی کا کوئی اور بھائی، بہن نہیں تھے۔ بادشاہ کو اپنی بیٹی بہت پیاری تھی۔ وہ اس کی کوئی خواہش نہیں ٹالتا تھا۔ اس نے شہزادی کی خواہش کے مطابق اس کی شادی شہزادے سلمان سے کر دی۔

ان کی شادی ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کے خاندان میں سے کوئی ایسا نہیں بچا تھا، جو بادشاہ بنتا۔ اس ملک کا وزیر اعظم بہت نیک انسان تھا۔ اس نے سب سے مشورہ کیا اور شہزادے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔

دو سال کا عرصہ گزرا تھا کہ شہزادہ پریشان ہو گیا۔ اب وہ اس لیے پریشان تھا کہ ابھی تک اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس نے شاہی نجومیوں کو بلایا۔

''شاہی نجومیو! ہمیں بتایا جائے کہ ابھی تک ہمارے ہاں اولاد کیوں نہیں ہوئی؟''

سب نجومی اپنے علم سے حساب کتاب کرنے لگے پھر نجومیوں کے سربراہ نے سب سے مشورہ کر کے بتایا۔

''عالی جاہ! کسی ظالم دیو نے ملکہ عالیہ پر جادو کر رکھا ہے۔''

''اس کا توڑ کیا ہے؟''

"عالی جاہ! ہمارے علم کے مطابق وہ دیو تو مر چکا ہے، بہر حال توڑ یہ ہے آپ کو ایک شادی اور کرنی ہوگی۔"

نجومیوں کی بات سن کر وہ الجھن میں پڑ گیا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ ملکہ اجازت نہیں دے گی، لیکن جب ملکہ کو پتا چلا، تو اس نے خوشی سے اجازت دے دی۔ اس نے وزیرزادی سے شادی کرلی۔ جادو کا توڑ ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اسے اولاد سے نوازا۔

اتفاق سے ایک دن اس کے دونوں بھائی بھی وہاں آ پہنچے۔ ان کا بہت بُرا حال تھا۔ شہزادے نے خوش دلی سے ان کا استقبال کیا۔ انھیں ہر طرح سے آرام وسکون پہنچایا۔

پھر ایک دن اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو ساتھ لیا۔ اب ان کے ساتھ بہت بڑا لشکر تھا۔ انھوں نے جاتے ہی اپنے ملک پر حملہ کر دیا۔ ظالم وزیر اعظم سے عوام بہت تنگ آ چکی تھی۔ انھوں نے بادشاہ سلمان کا ساتھ دیا۔ جلد ہی وہ ایک بار پھر اپنا ملک حاصل کر چکے تھے۔ شہزادوں نے اپنی ماں کو آزاد کرالیا ہر طرف جشن کا ساماں تھا۔ عوام نے بہت خوش دلی سے ان کا استقبال کیا۔

تینوں بھائیوں نے مل کر اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا تھا۔ اب وہ اپنی والدہ کی سرپرستی میں ہنسی خوشی اپنے ملک پر حکومت کرنے لگے۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۵ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- مارچ ۲۰۱۶ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد
ذیشان علی، میاں چنوں
رجاء ہاشمی، بہاول پور
عبدالودود، کراچی
کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری
عائشہ اسرار، پشاور
توقیر، میر پور خاص

نعتِ رسولِ مقبولؐ

ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

نہیں ان کے جیسا کوئی معتبر
نہیں مثل ان کے کوئی بھی بشر
جسے آپؐ کی معرفت مل گئی
حقیقت میں ہے وہ بڑا باخبر
اگر چاہیے فیضِ سرکارؐ کا
کرو خود کو تم خوب سے خوب تر
ابوبکرؓ کی شان تو دیکھیے
بنے پیارے سرکارؐ کے ہمسفر
سدا عافیت جس کے سائے میں ہو
محمدؐ کی تعلیم ہے وہ شجر
ارسلان رب سے مانگو دعا
کہ ہو زندگی راستی پہ بسر

اپنے ہوئے پرائے

رجاء ہاشمی، بہاول پور

عقیل صاحب جانوروں کی منڈی میں جانور تلاش کرتے ہوئے پسینے میں شرابور ہو رہے تھے۔ قربانی کے لیے ان کو کوئی جانور پسند نہیں آرہا تھا۔ انھیں اپنی مالی حیثیت کے مطابق جانور کی تلاش تھی۔ کم قیمت جانور بھلا وہ کس طرح لے لیتے۔ محلے میں اپنی شان بھی تو دکھانی تھی۔

آخر تھک کر انھوں نے دوسری منڈی کا رخ کیا۔ کافی تلاش کے بعد ان کی نظر ایک سفید رنگ کے بیل پر پڑی۔ یہ بہت

صحت مند اور بڑے سینگوں والا جانور تھا۔ ان کے قدم بیل کے مالک کی طرف بڑھے: ''السلام علیکم! ماشاء اللہ بیل کافی خوب صورت ہے۔''

عقیل صاحب نے اس کے دانت دیکھنے کے بعد کہا: ''کتنے رپے ہوں گے اس کے؟''

''بھائی صاحب! آپ کو ایسا شان دار بیل اور کہیں نہیں ملے گا۔ خوب صورت بھی ہے اور جان دار بھی۔ آپ اچھی طرح تسلّی کر لیں۔ اس کی قیمت میں بتائے دیتا ہوں۔''

''ہاں، ہاں ٹھیک ہے۔'' عقیل صاحب کی نظریں صرف بیل پر تھیں۔ جو بے نیازی سے چارہ کھانے میں مصروف تھا۔

عقیل صاحب نے پھر کہا: ''اچھا چلو تم اس کے دام بتاؤ۔''

''بھائی صاحب! بات یہ ہے کہ......''

مالک کان کھجاتے ہوئے بولا: ''دراصل اس کو میں نے چارے کے ساتھ ساتھ دیسی گھی بھی پلایا ہے، اس لیے یہ اتنا جان دار ہے۔ میں اس کے صرف دو لاکھ پچاس ہزار لوں گا۔''

عقیل صاحب نے کچھ دیر بحث کے بعد دو لاکھ بیس ہزار رپے اس کے ہاتھ میں تھمائے اور بیل کی رسی تھامی اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ عقیل صاحب کے چھوٹے بھائی علیم حسین ایک حادثے میں وفات پا چکے تھے۔ عقیل صاحب نے دھوکہ دے کر اپنے بھائی کی جائیداد اپنے نام کروالی اور ان کے تینوں بچوں اور اہلیہ کو ایک چھوٹا سا گھر دے کر اپنے خیال میں ان پر احسان کیا تھا۔ خود ایک عالی شان کوٹھی میں رہنے لگے۔

عقیل صاحب نے گاڑی اپنے گھر کے سامنے رکوائی۔ اتنا موٹا تازہ بیل دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ وہ لوگوں کو بڑے فخر سے اس کی قیمت بتا رہے تھے۔

دوسری طرف ان کے بھائی علیم کی بیوی یہ سب دیکھ کر صبر کے گھونٹ پی رہی تھی۔

قربانی کے دن عقیل ہاؤس میں خوب رونق تھی اور دوسری جانب علیم کی بیوی، بچے اُداس تھے اور سوچ رہے تھے کہ عقیل بھائی کی یہ قربانی جائز ہے یا صرف دکھاوا ہے۔ یتیم بھتیجوں کا حق مار کر قربانی کرنے والے کی یہ قربانی قبول ہوگی یا نہیں؟

اردو اور علاقائی زبانیں

کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

زبان کسی بھی قوم کی پہچان ہوتی ہے۔ زبان کا عمدہ استعمال قوم کے لوگوں کی شخصیت کو بہتر بناتا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اردو بھی ایک قابل ستائش اور خوب صورت زبان ہے۔ اردو دنیا کی بہترین زبانوں میں شمار ہونے لگی ہے۔ اردو کا بے شمار زبانوں کے ساتھ مضبوط رشتہ ہے، جن میں ترکی، ہندی، فارسی، عربی، سنسکرت، پشتو، پنجابی، انگریزی اور سندھی قابلِ ذکر ہے۔ اردو کے الفاظ اور محاورے دوسری زبانوں میں اپنا مقام بنا چکے ہیں۔ اردو کے اس پھیلاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے ہی اس کو قومی زبان کا رُتبہ دیا گیا، کیوں کہ ہر علاقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اردو سے آشنا ہیں۔ اردو کے علاوہ سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، ہندکو، ملتانی، کچھی، کشمیری، گجراتی، میمنی سمیت تیس زبانیں پاکستان میں بولی جاتی ہیں۔

پاکستان کی ساری علاقائی زبانوں میں ایک بات مشترک ہے کہ وہ اردو کے ذریعے سے ایک دوسرے سے قربت رکھتی ہیں اور ان میں موجود یہ تعلق ان کو متحد رکھتا ہے۔ ہمیں اپنی زبان کو فروغ دینا چاہیے ورنہ وہ اپنے ہی دائرے میں قید ہو کر مردہ ہو جائیں گی۔

اپنی زبان کا پھیلاؤ اور اس کی ترقی درحقیقت قوم کی ترقی ہے۔ کسی بھی قوم کی زبان اسے دوسری قوموں کے سامنے نمایاں کرتی ہے۔ جتنی پختگی زبان کے استعمال سے واضح ہوگی ہم دوسروں پر اتنے ہی بارعب ظاہر ہوں گے۔

اردو کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کی ترقی بھی بے حد ضروری ہے۔ زبانوں کو فروغ دینے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے لوگوں کے درمیان اتحاد پیدا ہوگا اور اتحاد سے بڑھ کر کوئی طاقت قوم کو ترقی نہیں دلا سکتی ہے اب یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم اپنے ملک کو کس طرح ترقی دے سکتے ہیں۔

کوشش

ذیشان علی، میاں چنوں

آچھیں...... آچھیں...... آچھیں......

السلام علیکم ڈاکٹر صاحب! آچھیں......'' کمال زور زور سے چھینکتا ہوا کلینک میں داخل ہوا۔

''وعلیکم السلام بھئی کیا ہوگیا آپ کو؟'' ڈاکٹر صاحب بولے۔

''آچھیں...... بس ڈاکٹر صاحب! نزلے نے ناک میں...... آچھیں دم کردیا ہے۔'' کمال مسلسل چھینک رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: ''آپ کو یہ نزلہ کیسے ہوا؟''

کمال نے جواب دیا: ''گاؤں میں جگہ جگہ آچھیں...... کوڑے کے ڈھیر پڑے ہیں۔ ہر جگہ تو آلودگی ہے، کیا کریں۔''

''تو صفائی کا اہتمام رکھا کریں، تاکہ پریشانی نہ ہو۔'' ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

''میں ان لوگوں کو آچھیں...... سمجھاتا ہوں کہ کوڑے کو باہر مت پھینکو۔ کوڑے کو کوڑے کے ڈرم میں پھینکو۔ آچھیں...... مگر وہ میری بات سنتے ہی نہیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے کمال سے کہا: ''آپ بار بار کہتے رہیں، ایک نہ ایک دن بات مان جائیں گے۔''

کمال نے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! بہت مرتبہ کہا ہے، وہ پرواہی نہیں کرتے۔''

ڈاکٹر صاحب کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ دوا کا نسخہ لکھ کر کمال کو پکڑا دیا اور بولے: ''یہ دوا استعمال کریں اور کل آپ کوئی کھلونا پستول لے کر آئیں، جس سے بچے نشانے لگاتے ہیں۔''

''وہ کس لیے ڈاکٹر صاحب!'' کمال نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہ میں آپ کو کل بتاؤں گا۔'' ڈاکٹر صاحب بولے۔

اگلے دن وہ گھر پر رکھا بچوں کا کھلونا پستول لے آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے گتّے کے ایک ڈبّے پر گول نشان لگا کر کچھ فاصلے پر رکھ دیا: ''اس پر درست نشانہ لگائیں۔ میں آپ کو سو روپے انعام دوں گا۔''

کمال نے نشانہ باندھا، لیکن نشانہ چُوک گیا۔

ڈاکٹر صاحب بولے: ''پھر کوشش کریں۔''

کمال نے پھر نشانہ لگانے کی کوشش کی، مگر وہ نشانہ بھی خطا ہو گیا۔ کمال کچھ پریشان سا ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے کمال سے بار بار کوشش کرنے کو کہا۔ کمال نے بار بار کوشش کی آخر ایک نشانہ ٹھیک جا لگا۔

''دیکھیں جیسے بار بار کوشش کرنے سے نشانہ ٹھیک مقام پر جا لگا۔ اسی طرح آپ بار بار لوگوں پر صفائی کے لیے زور دیتے رہیں، کبھی نہ کبھی آپ کی بات پر ضرور عمل ہو گا۔'' ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

ڈاکٹر صاحب کی بات کمال کی سمجھ

میں آگئی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ لوگوں کو بار بار سمجھاتا رہے گا۔

کمال کی بار بار کوشش سے آخر گاؤں میں صفائی کا انتظام ٹھیک ہوگیا اور گندگی سے جو بیماریاں پھیل رہی تھیں، وہ بھی ختم ہوگئیں۔

پیارا پاکستان

مرسلہ : عبدالودود، کراچی

آؤ چلو اب سیر کریں پیارے پاکستان کی
کھیتوں کی، پہاڑوں کی اور چمنستان کی
سندھ ہماری جان ہے، پنجاب ہماری آن
بلوچستان، خیبر پہچان پاکستان کی
پہلے زندہ دل کراچی، پھر وادی مہران کی
حیدرآبادی چوڑی پسند ہر مہمان کی
چلو آؤ اب گھومیں بلوچوں کی زمین پہ
تعریف کریں سب، جہاں کے مرغ نان کی
چلو اب ہم سیر کریں پنجاب کی زمین کی
ذکر ہو جب حلوے کا تو کیوں نہ بات ہو ملتان کی
نہیں دیکھا گر تم نے لاہور تو کیا دیکھا
کیسے نہ کریں تعریف گجرانوالہ کے پہلوان کی
بات ہوئی سب کی تو کیوں نہ ہو پٹھان کی
روشن ارادوں اور جذبۂ مردان کی
دیکھیں چلو آخر میں آبشاریں پُرکشش
آؤ چلو اب سیر کریں پیارے پاکستان کی

چوری کے کپڑے

عائشہ اسرار، پشاور

ایک بادشاہ کو رنگ برنگے کپڑے بہت پسند تھے۔ وہ طرح طرح کے کپڑے پہنتا تھا۔ آخر وہ ایک ہی طرح کے کپڑے پہننے سے اُکتا گیا۔ اس نے سوچا کہ اس بار مجھے کچھ نئے طرح کے کپڑے پہننے چاہئیں۔ اس سلسلے میں اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں کو مشورے کے لیے بلایا اور کہا: ''مجھے کچھ نئے طرح کے کپڑے پہننے کے لیے چاہئیں۔''

سارے وزیروں اور مشیروں نے آپس میں مشورہ کیا، پھر ایک وزیر بولا:

''بادشاہ سلامت! آپ کے کپڑے سب سے منفرد اور قیمتی ہونے چاہییں۔ ریشمی کپڑے پر سونے کے تاروں سے کام کیا گیا ہو اور اس کے ساتھ ایک جگمگاتی ہیروں کی ٹوپی ہو۔

بادشاہ کو وزیر کا خیال پسند آیا۔ شاہی درزی کو بلایا گیا۔ بازار سے قیمتی ریشمی کپڑا خریدا گیا۔ اسے سونے کے تاروں سے سیا گیا۔ ان کپڑوں پر سونے اور چاندی کے تاروں سے کڑھائی کر کے اسے آراستہ کیا گیا۔ ان کپڑوں کے شایان شان قیمتی ٹوپی تیار کی گئی۔ ٹوپی پر برابر فاصلے میں ہیرے ٹانکے گئے اور درمیان میں ایک خوب صورت جگمگاتا قیمتی ہیرا لگایا گیا۔ کپڑوں ہی کے رنگ کے جوتے بنوائے گئے۔ بادشاہ کے میووں کی تھیلی جو ہمیشہ سے بادشاہ کے پاس رہتی تھی۔ اس کو بھی انھی کپڑوں کی طرح کا ہم رنگ غلاف چڑھایا گیا۔ غرض کہ بڑی محنتوں سے بادشاہ کے نئے کپڑے تیار کیے گئے۔ ان کپڑوں کو بادشاہ کی الماری میں لٹکا دیا گیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ رات ہی کو بادشاہ کے محل میں کسی طرح ایک چور داخل ہو گیا۔ چور ساری چیزیں تجوری میں بند پا کر بڑا مایوس ہوا، جب اس کی نظر الماری پر پڑی تو اس نے نئے کپڑے دیکھے۔ اس نے سوچا کہ یہ کپڑے میں پڑوسی ملک سے آئے ہوئے شہزادے کے ہاتھ فروخت کر دوں گا۔ چور کو معلوم تھا شہزادہ کہاں ٹھیرا ہوا ہے۔

شہزادے کا پروگرام تھا کہ وہ کل جا کر بادشاہ سلامت سے ملاقات کرے گا۔ چور نئے کپڑے لکڑی کے چھوٹے سے بکس میں سجا کر شہزادے کے پاس لے گیا۔ شہزادے نے جب یہ نئے کپڑے دیکھے تو اسے بہت پسند آئے۔ اس نے

سوچا کہ میں ان کپڑوں کو پہن کر بادشاہ سلامت سے ملاقات کروں گا تو بہت خوب صورت نظر آؤں گا۔ چناں چہ اس نے یہ کپڑے منھ مانگی قیمت پر خرید لیے۔ ادھر جب صبح بادشاہ سلامت کو نئے کپڑے نہ ملے تو انھیں بہت غصہ آیا۔ وہ سوچنے لگے کہ اب میں شہزادہ طاہر سے ملاقات کے وقت کیا پہنوں گا۔ بادشاہ نے نگران کو جیل میں ڈال دیا اور خود دوسرے عمدہ کپڑے نکال کر پہن لیے۔

ادھر شہزادہ بھی نئے کپڑے پہن کر بادشاہ سے ملاقات کے لیے پہنچ گیا۔ شہزادہ بہت خوب صورت نظر آ رہا تھا۔ بادشاہ سے پہلے اس کی ملاقات شہزادی سے ہوگئی۔ شہزادے کو وہ بہت اچھی لگی۔ شہزادی کو بھی شہزادہ اچھا لگا۔ جب تھوڑی دیر بعد بادشاہ سلامت کی ملاقات شہزادے سے ہوئی تو یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ میرے کپڑے شہزادے نے کس طرح پہن لیے ہیں۔ انھوں نے جب شہزادے سے کہا: ''یہ کپڑے جو آپ نے پہن رکھے ہیں، کل رات ہمارے محل سے چوری ہوگئے تھے۔ اب سارا قصہ شہزادے کی سمجھ میں آ گیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا: ''یہ کپڑے وہی چور مجھے فروخت کر گیا ہے۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ آپ کے ہیں۔ مجھے آپ جو چاہیں سزا دیں۔''

بادشاہ کو شہزادے کی صاف گوئی بہت پسند آئی اور وہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ شہزادے کو اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دے دیا۔ اپنے ہونے والے داماد کو وہ کپڑے بھی تحفے میں دے دیے۔ چور کو شہزادے نے پکڑوا دیا اور نگران کو آزاد کر دیا۔ پورے ملک میں دونوں کی شادی کی خوشیاں دھوم دھام سے منائی گئی۔ شہزادہ اپنی دلہن کو لے کر اپنے ملک روانہ ہو گیا۔

شیر کی سزا

توقیر، میرپور خاص

کسی جنگل میں ایک خونخوار شیر رہتا تھا۔ جنگل کے سارے جانور اس کے خوف سے سہمے رہتے۔ شیر روزانہ کئی چھوٹے بڑے جانوروں کا شکار کرلیتا تھا۔ جنگل کے جانوروں نے کئی بار شیر کے خلاف آپس میں مشورہ کیا اور خالہ بلی کے ذریعے سے شیر تک اپنے جذبات پہنچائے، مگر شیر طاقت کے نشے میں کوئی تجویز یا درخواست قبول نہ کرتا۔

شیر کو اپنی خالہ، بلی کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس کے خلاف سارے اجلاس لومڑی منعقد کراتی ہے اور تقریروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتی ہے۔ لومڑی کی چالاکیاں تو مشہور ہیں، مگر اس معاملے میں وہ بہت مخلص تھی۔ اسے سیکڑوں جانوروں کا درد کھائے جا رہا تھا، جو روز بہ روز مارے خوف کے کم زور ہوتے جا رہے تھے۔

شیر نے لومڑی کو خوب ڈانٹا اور آئندہ محتاط رہنے کا حکم دیا۔ لومڑی پہلے ہی دوسرے جانوروں کی وجہ سے شیر کے خلاف تحریک چلانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اب چوں کہ شیر نے اس کی بے عزتی کی تھی، اس لیے اس نے غم و غصے کا اظہار کرنے کی خاطر جنگل کے سارے جانوروں کی کانفرنس طلب کی۔ جلسہ گاہ جانوروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ لومڑی نے سارے مہمانوں کو اعتماد میں لے کر ایک تجویز پیش کی جس کو سب نے خوشی خوشی منظور کرلیا۔

اب کیا تھا، شیر صاحب کے خلاف سوچی گئی ترکیب پر عمل کرنے کے لیے سب جانوروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کا فیصلہ کیا۔ شیر کو اس ہنگامی اجلاس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی، کیوں کہ اجلاس کے روز شیر کی خالہ بلی کو نہیں بلایا گیا تھا۔

لومڑی نے کچھ دنوں بعد منصوبے پر کام شروع کر دیا۔ چوہوں نے بڑی مہارت سے زمین میں سوراخ کیے۔ ابابیلوں سے لے کر ہاتھی تک سب جانوروں نے شرکت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں ایک بڑا تالاب بن گیا۔

سب جانوروں نے ایک ساتھ گڑگڑا کر خدا سے بارش کے لیے دعا کی۔ دعائیں رنگ لائیں اور رحمت کی بارش سے پورا جنگل جل تھل ہو گیا۔ تالاب پانی سے بھر گیا۔

ایک ہرن کو شیر کی کچھار کی طرف بھیجا گیا۔ شیر بھوکا تھا اور اونگھ رہا تھا۔ جونہی اسے ہرن کی آواز سنائی دی تو اس نے لپک کر ہرن کا پیچھا شروع کر دیا۔ ہرن سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تلاب کی جانب دوڑ پڑا۔ شیر بھی اپنے شکار کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ ہرن تالاب میں کود گیا۔

شیر تیز رفتار ہونے کی وجہ سے سنبھل نہ سکا اور تالاب میں جا گرا۔ ہرن کے گرتے ہی کنارے پر کھڑے ہاتھی نے اسے اپنی سونڈ کے ذریعے باہر نکال لیا۔ جنگل کا بادشاہ تالاب میں ڈبکیاں کھانے لگا۔

تالاب کے اردگرد جشن کا سماں تھا۔ شیر نے غوطے کھاتے ہوئے معافی چاہی اور آئندہ مار دھاڑ نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ لومڑی کا دل پسیج گیا اور اس نے شیر کو معاف کرنے کی درخواست پیش کی۔

لومڑی نے بلی کی ضمانت پر شیر کو تالاب سے نکلنے کا بندوبست کیا۔ شیر نے تالاب سے باہر آتے ہی سب کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ ظلم و ستم سے توبہ کر لی۔

☆☆☆

نونہال مصور

طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور
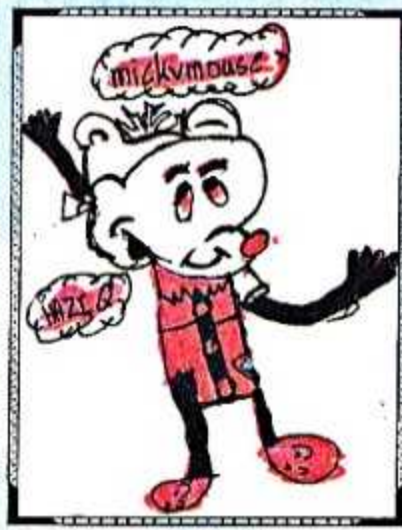
حاذق کامران، کراچی

زونش منیر رندھاوا، میر پور خاص

طیبہ اقبال، نارتھ کراچی

لائبہ عرفان، فیڈرل بی ایریا

پرنس سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

تصویر خانہ

طحہٰ امین، لانڈھی

ایمان شاہد، لانڈھی

محمد علی معاویہ، حیدرآباد

یسریٰ بنتِ مصطفیٰ کمال، کراچی

ارسلان بن مصطفیٰ کمال، کراچی

سید محمد زیاد، کراچی

عرشِ نور بختیار، گلشن معمار

پرنس سلمان یوسف سمیجہ، علی پور

نبیرہ ندیم، نویم عالم، نارتھ کراچی

"بتاؤ، جس شخص کے دونوں ہاتھ نہ ہوں اسے کیا کہیں گے؟"

"ہینڈ فری۔"

(لطیفہ : ریان طارق، کراچی)

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام
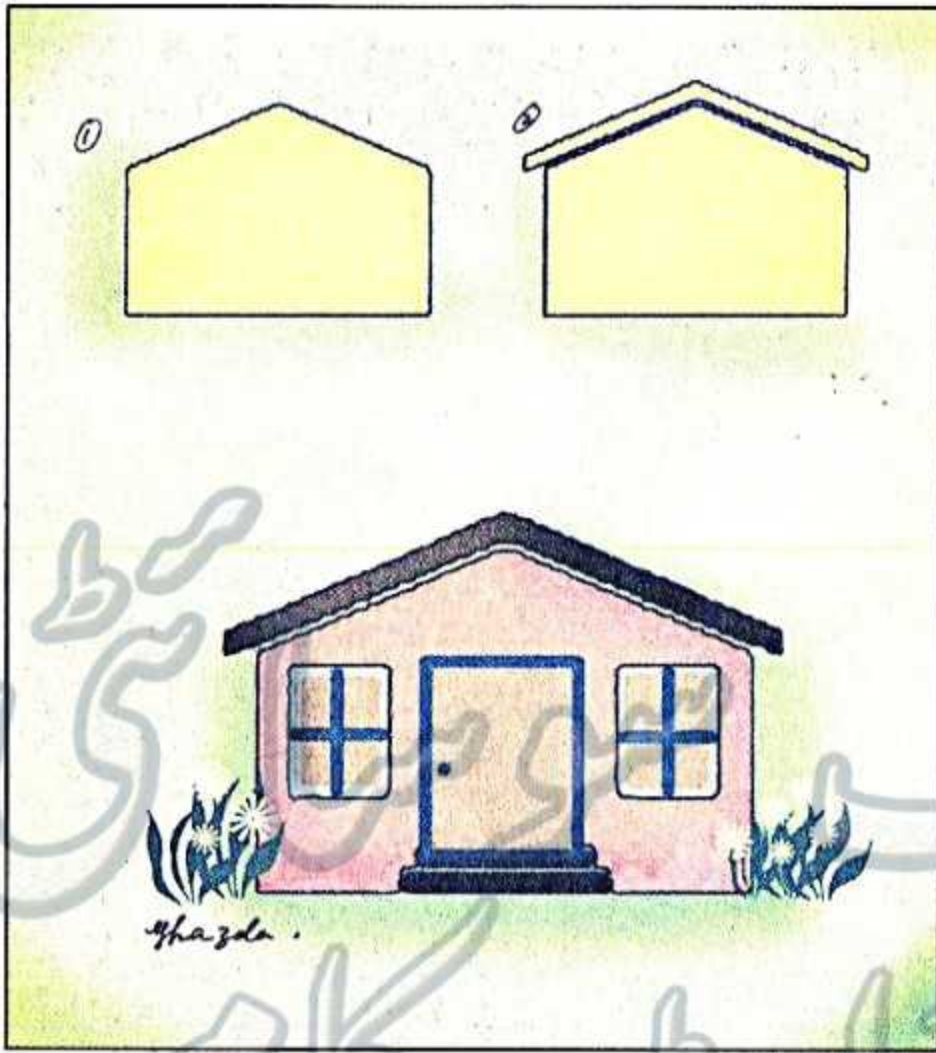
ہر تصویر بنانے کے لیے سب سے پہلے بنیادی خاکہ بنایا جاتا ہے۔ اسی خاکے میں اضافہ کر کے تصویر مکمل کی جاتی ہے۔ اصل تصویر کا خاکہ ذہن میں محفوظ ہوتا ہے، جسے کاغذ پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس تصویر میں دیکھیے تصویر نمبر ایک میں بالکل سادہ خاکہ ہے۔ تصویر نمبر ۲ میں اضافہ کر کے مکان کی شکل واضح کی گئی ہے۔

تیسری تصویر مکمل مکان کی ہے جس میں دروازہ اور کھڑکیاں بھی نظر آ رہی ہیں اور پودے بھی لگے ہوئے ہیں۔ آپ بھی مشق کیجیے۔ یہ ایک اچھا مشغلہ ہے۔ ☆
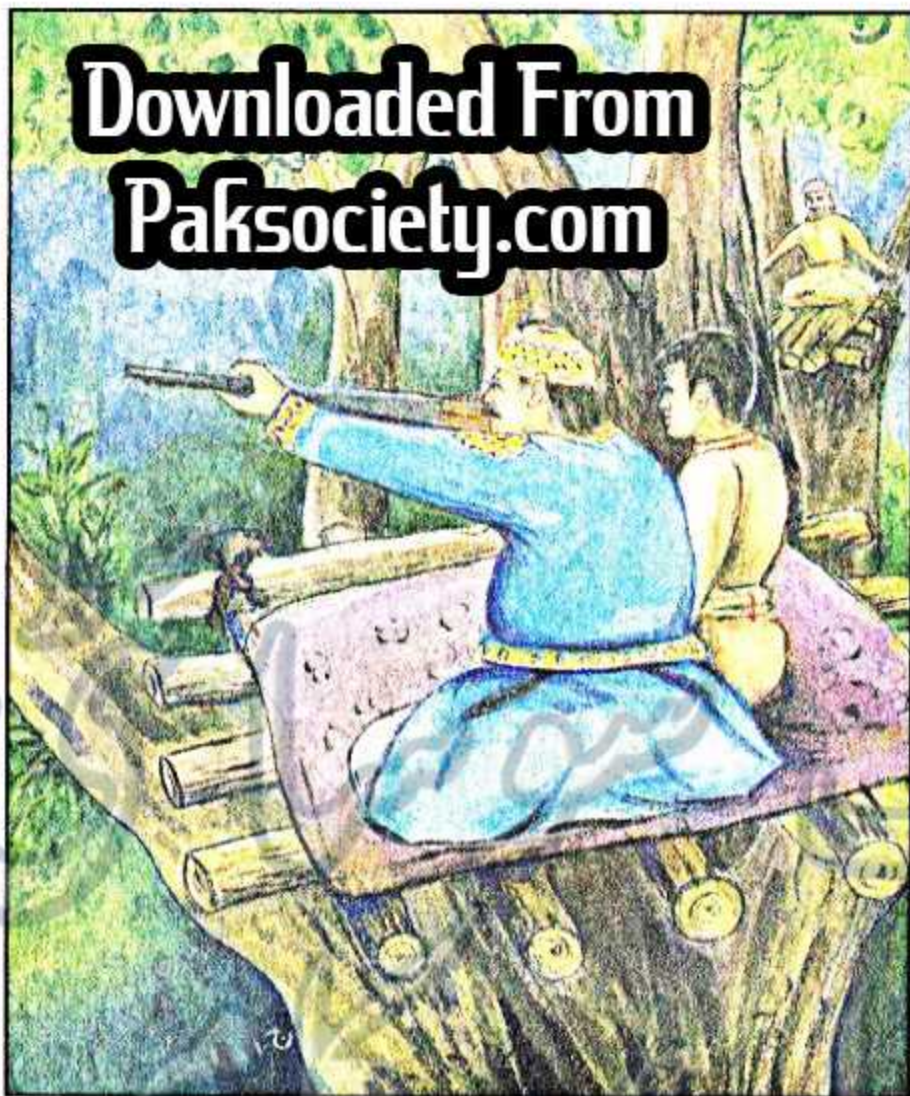
شکار تماشا

جاوید اقبال

جانے وہ کیسی گھڑی تھی کہ میں نے سہراب بابو کے ساتھ شکار کا پروگرام بنا لیا۔ ان کے ایک دوست مرزا حشمت بیگ ایک ریاست کے نواب ہیں۔

سہراب بابو بولے: ''میاں! ریاست کے ساتھ گھنا جنگل ہے۔ شیر، ہاتھی، ہرن، نیل گائے، بارہ سنگھا جو چاہے شکار کرو نہ پرمٹ کا چکر، نہ پولیس کا کھٹکا۔ ابھی ہم نواب حشمت بیگ کی حویلی جا رہے ہیں۔ تم دیکھنا وہ خود شکار کے لیے تیار ہو جائیں گے۔''

لالچ میں میری بھی عقل ماری گئی۔ سوچا، چلو نواب صاحب کی مہمان داری کا لطف بھی

اُٹھائیں گے اور شکار کا شوق بھی پورا ہو جائے گا۔ جھٹ پٹ تیاری کر لی، چادریں، بستر، ہتھیار سب سہراب بابو کی موٹر گاڑی میں ٹھونس دیا اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ چلتی کا نام گاڑی، مگر سہراب بابو کی گاڑی بھی انھی کی طرح تاریخی نوادر میں سے ایک تھی۔ قدم قدم پہ اَڑیل ٹٹّو کی طرح رک جاتی۔ سہراب بابو کبھی انجن کا ڈھکنا اُٹھا کر پانی ڈالتے، کبھی مجھ سے کہتے نیچے اُتر کر دھکّا لگاؤ۔ یوں گاڑی چند کلومیٹر چل جاتی۔ خدا خدا کر کے یہ سفر ختم ہوا اور ہم نواب صاحب کی ریاست جا پہنچے۔

سہراب بابو نے گاڑی حویلی کے بڑے سے دروازے کے آگے جا روکی۔ ملازموں کے ایک ہجوم نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ سب سہراب بابو کو جانتے تھے۔ ہماری خوب آؤ بھگت ہوئی۔ رات کو نواب صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ خوب موٹے تازے، لمبے قد کے نواب صاحب بڑی خوش دِلی سے ملے۔ رات کے کھانے کے بعد گپ شَپ بھی ہوئی۔ نواب صاحب کہنے لگے: ''سہراب بابو! اپنے دوست سے کہیے ہمیں بھی شکار پر ساتھ لے چلیں۔''

''ضرور لے چلیں گے نواب صاحب!'' سہراب بابو فوراً بولے۔

''لیکن ہمیں بندوق چلانی نہیں آتی۔'' نواب صاحب نے کہا۔

''آپ کو بندوق چلانی نہیں آتی؟'' حیرت کے مارے میرے منھ سے نکل گیا۔

''بھئی ہمارے بزرگ تو تیر و تلوار کے ماہر تھے، مگر ہمیں ان آتشی گولوں سے کبھی دل چسپی نہیں رہی۔ ہمیں تو کنکوا (پتنگ) اُڑانے کا شوق ہے۔ بڑے بڑے پتنگ بازوں کے پیچ کاٹے ہیں ہم نے۔'' نواب صاحب نے بڑے فخر سے بتایا۔

میں نے سہراب بابو کی طرف دیکھا۔ انھوں نے اشارہ کیا کہ بس سنتے جاؤ،

پھر نواب صاحب سے بولے: ''نواب صاحب! آپ فکر نہ کریں۔ ہم آپ کو بندوق چلانا سکھا دیں گے۔''

نواب صاحب یہ سن کر خوش ہو گئے۔ رات کو جب ہم سونے کے کمرے میں تھے تو میں نے پوچھا: ''سہراب بابو! کیا ہو گا۔''

بولے: ''میاں! تم فکر کیوں کرتے ہو۔ میں سب سنبھال لوں گا۔''

''مگر آپ کیا سنبھالیں گے۔ نواب صاحب کو تو بندوق چلانا بھی نہیں آتی۔ شکار کیسے ہو گا؟'' میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

وہ بولے: ''میاں! صبح تم نواب صاحب کا نشانہ بازی میں ذرا ہاتھ سیدھا کر دو، پھر دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے۔''

دوسرے دن سہراب بابو تو بہانہ کر کے کہیں غائب ہو گئے اور میں اکیلا پھنس گیا۔ حویلی میں زور و شور سے شکار کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔ دوپہر تک نواب صاحب مجھ سے نشانہ لگانا سیکھتے رہے، مگر ان سے ایک نشانہ بھی ہدف پر نہ لگا۔ سہ پہر کے وقت سہراب بابو بھی آ پہنچے۔ اِدھر سب تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ ہم بہت سارے ملازموں کے جھرمٹ میں جنگل کی طرف چل پڑے۔

جنگل کے کنارے پر سہراب بابو نے دو درختوں پر مچانیں بندھوا دی تھیں۔ بھاری بھرکم نواب صاحب کو بڑی مشکل سے مچان پر پہنچایا گیا۔ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ دوسرے مچان پر سہراب بابو بیٹھ گئے۔ سب ملازم اِدھر اُدھر چھپ گئے۔

ہم شیر کا انتظار کرنے لگے۔ انتظار کرتے کرتے رات ہو گئی اور چاند نکل آیا۔ نواب صاحب بولے: ''بھئی شیر کب آئے گا۔''

مگر میں حیران کہ شیر جنگل کے اس کنارے پہ آئے گا کیسے۔ اتنے میں جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور پیلے رنگ کی کھال پر سیاہ دھاریوں والا شیر جھاڑیوں سے نکل کر سامنے آ گیا۔

سہراب بابو نے کہا: ''نواب صاحب گولی چلائیں۔'' نواب صاحب نے بندوق سیدھی کی اور گولی چلا دی، مگر گولی شیر کو لگنے کی بجائے آسمان کی طرف نکل گئی۔

''اور گولی چلائیں۔'' سہراب بابو کی آواز آئی۔

نواب صاحب نے پھر گولی چلائی۔ اس دفعہ گولی حیرت انگیز طور پر شیر کو جا لگی۔ سارا جنگل نعروں سے گونج اٹھا، مگر میں حیران تھا کہ پہلی گولی چلنے کے بعد شیر بھاگا کیوں نہیں۔ نیچے اتر کے دیکھا سچ مچ کا شیر مرا پڑا تھا۔

اس کام یابی پر حویلی میں خوب جشن منایا گیا۔ دوست احباب کی خوب دعوتیں ہوئیں کافی دنوں بعد ہمیں واپس جانے کی اجازت ملی۔ راستے میں، میں نے پوچھا: ''سہراب بابو! یہ سب کیا ڈراما تھا۔''

ہنس کر بولے: ''میں نے سارا منصوبہ رات کو ہی بنا لیا تھا۔ قریبی شہر کے چڑیا گھر کا انچارج میرا دوست ہے۔ اس سے ایک بھُس بھرا شیر اور ایک بوڑھا شیر سستے داموں خرید لیے۔ نواب صاحب کے سب ملازم میرے اعتماد والے ہیں۔ جھاڑیوں کے پیچھے چھپے ملازموں نے بھُس بھرا شیر جھاڑیوں سے آگے سَرکایا اور خود پیچھے ہٹ گئے۔ پھر نواب صاحب کے درخت سے نیچے اُترتے اُترتے بھُس بھرا شیر ہٹا کر پہلے سے مارا ہوا شیر وہاں رکھ دیا گیا۔ میاں تھوڑے پیسے خرچ ہو گئے، مگر نواب صاحب کو خوش کرنا تھا، وہ خوش ہو گئے۔ اب ایسا چکر چلاؤں گا کہ دُگنے پیسے وصول ہو جائیں گے۔

☆

گُلّو بھائی کی بیل گاڑی

شاہد حسین

گُلّو بھائی کی بیل گاڑی
کتنی سوہنی ، کتنی پیاری
ہولے ہولے چلتی جائے
آگے آگے بڑھتی جائے
سفر رکھے ہر پل جاری
گُلّو بھائی کی بیل گاڑی

سیر اس کی کر کے دیکھو
ذرا اس پہ چڑھ کے دیکھو
ہے انوکھی یہ سواری
گُلّو بھائی کی بیل گاڑی

ٹُھمک ٹُھمک بیل چلتے
جب بھی گھر سے یہ نکلتے
مُڑ مُڑ دیکھے دنیا ساری
گُلّو بھائی کی بیل گاڑی

ایک بیل ہے بھورے رنگ کا
دُوجا دیکھو نیارے ڈھنگ کا
شان دونوں کی ہے نیاری
گُلّو بھائی کی بیل گاڑی

بیت بازی

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے ، جو روح کو تڑپا دے

شاعر : علامہ اقبال　پسند : محمد فراز نواز ، ناظم آباد

زندہ ہو جاتے ہیں ، جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ ، موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شاعر : پنڈت ہری چند اختر　پسند : غلام نبی ، دادو

میرا تم راستہ روکو گے کب تک
میں سورج ہوں ، اُبھرتا جا رہا ہوں

شاعر : محسن بھوپالی　پسند : کومل فاطمہ اللہ بخش ، کراچی

بدن سا شہر نہیں ، دل سا بادشاہ نہیں
حواسِ خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں

شاعر : خواجہ حیدر علی آتش　پسند : خرم احمد ، کراچی

ایک ہی فن ہم نے سیکھا ہے
جس سے ملیے ، اسے خفا کیجیے

شاعر : جون ایلیا　پسند : آصف بوزدار ، میرپور ماتھیلو

جس دن سے دی گئی ہے شکست اپنے آپ کو
اس دن سے کوئی مدِ مقابل نہیں رہا

شاعر : تابش دہلوی　پسند : نیلو فر حیم ، حیدر آباد

آسماں سے فرشتے جو اُتارے جائیں
وہ بھی اس دور میں سچ بولیں تو مارے جائیں

شاعر : امید فاضلی　پسند : عبدالجبار رومی انصاری ، لاہور

ہر شخص پریشاں سا ، حیراں سا لگے ہے
سائے کو بھی دیکھوں تو گریزاں سا لگے ہے

شاعرہ : ادا جعفری　پسند : مریم غوری ، سیالکوٹ

وار کر سکتا تو ہوں میں اپنے دشمن پر مگر
سوچتا ہوں درمیاں پھر فرق کیا رہ جائے گا

شاعر : عارف شفیق　پسند : محمد عمر بن عبدالرشید ، کراچی

تعمیر میں تو اس کی میں خود بھی شریک تھا
ہے جس مکاں کے پیچھے مرا گھر چھپا ہوا

شاعر : شاہنواز سواتی　پسند : حارث انصاری ، فیصل آباد

کام آئے گا یہ آلام کی تاریکی میں
اپنی اُمید کا اک چاند بچائے رکھنا

شاعر : نعیم حیدر　پسند : بتول شہزاد ، نواب شاہ

دل تو مائل ہیں وابستگی کے لیے
ہاتھ بڑھتے نہیں ، دوستی کے لیے

شاعر : عزیز بگھراوی　پسند : الطاف یوسف ، لاہور

اکیلے بیٹھو گے تو مسئلے جکڑ لیں گے
ذرا سا وقت سہی ، دوستوں کے نام کرو

شاعر : دلشاد نسیم　پسند : فراز یا اقبال ، عزیز آباد

نفرتیں سب در و دیوار کے باہر رکھ کر
اک دیا پھر سے محبت کا جلایا جائے

شاعر : تنویر احمد شریفی　پسند : شمائلہ ذی شان ، ملیر

😊 ماں: ''بیٹا! تم آج اس طرح رُک رُک کر کیوں چل رہے ہو، کیا پاؤں میں تکلیف ہے؟''

بیٹا: ''نہیں ماں! میں دادا کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں۔ انھوں نے کل ہی کہا تھا کہ مجھے ابھی سے سوچ سمجھ کر قدم رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔''

مرسلہ : حسام عامر، نیو کراچی

😊 ایک آدمی شہر سے گاؤں اپنی سُسرال گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے سالے کو عطر کی شیشی دی۔ سالے نے بے تابی سے عطر کی شیشی ہتھیلی پر اُنڈیلی اور سارا عطر پی گیا۔ یہ دیکھ کر اس شخص کو بہت غصہ آیا۔ اس نے اپنے سسر سے کہا: ''میں نے عطر اسے لگانے کے لیے دیا تھا، وہ ہتھیلی پر ڈال کر پی گیا۔''

سسر بولے: ''بڑا بے وقوف لڑکا ہے۔ جب گھر میں روٹی موجود تھی تو لگا کر کھانا چاہیے تھا۔''

مرسلہ : ریان طارق، کراچی

😊 کسی گاؤں میں چھوٹے بچوں نے کنویں میں جھانک کر دیکھا۔ انھیں اپنا عکس نظر آیا تو بھاگے بھاگے دادا کے پاس گئے اور کہا: ''دادا جی! کنویں میں جن ہے جو ہمیں ڈرا رہا ہے۔''

دادا کنویں پر گئے اور جھانک کر دیکھا تو انھیں اپنا عکس نظر آیا، کہنے لگے: ''تمھیں شرم نہیں آتی، اتنی لمبی داڑھی رکھی ہے اور بچوں کو ڈراتے ہو۔''

مرسلہ : اُمیمہ طارق، کراچی

😊 پہلا بچہ: ''بے چاری چیونٹی ہر وقت محنت مشقت ہی کرتی رہتی ہے، جب دیکھو کام میں مصروف رہتی ہے، اس کی زندگی میں تفریح تو ہے ہی نہیں۔''

دوسرا بچہ: ''میں تو جب بھی پکنک پر جاتا ہوں، چیونٹیاں پہلے سے ہی وہاں

موجود ہوتی ہیں۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

😊 ایک دوست :'' مجھے پچاس رُپے اُدھار دو۔''

دوسرا دوست:'' میرے پاس تو صرف تیس رپے ہیں۔''

پہلا دوست :'' لاؤ تیس رپے ہی دے دو، بیس رپے تم پر اُدھار رہے۔''

مرسلہ : سمیعہ توقیر، کراچی

😊 ڈاکٹر نے دیہاتی کی میڈیکل رپورٹ دیکھ کر اسے بتایا:'' تمھارا ایک گردہ فیل ہو گیا ہے۔''

دیہاتی بہت رویا۔ کچھ سکون آنے پر ڈاکٹر سے پوچھا:'' کتنے نمبروں سے؟''

مرسلہ : فاطمہ صفدر، حاصل پور

😊 ایک پاگل نے دوسرے سے کہا:'' لوگ ہمیں پاگل کیوں کہتے ہیں؟''

دوسرے پاگل نے جواب دیا:'' لوگوں کو دفع کر، یہ لے لیمو لسی بنا۔''

مرسلہ : احمر اقبال، اسلام آباد

😊 مریض:'' ڈاکٹر صاحب! آپ نے مشورہ دیا تھا کہ روزانہ صبح سویرے کوئی کھیل کھیلا کرو، اس سے صحت بہتر ہوگی، مگر مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑا۔''

ڈاکٹر:'' کون سا کھیل کھیلتے ہو؟''

مریض:'' ویڈیو گیم۔''

مرسلہ : ارشد فاروق، راولپنڈی

😊 ایک کالے افریقی سے کسی انگریز نے پوچھا:'' تم کون ہو؟''

افریقی نے کہا:'' میں ٹائٹینک (TAITANIC) جہاز کا ہیرو ہوں۔''

انگریز نے پوچھا:'' ٹائٹینک ڈوبا تھا یا جل گیا تھا۔''

مرسلہ : گلناز شمیم، سکھر

😊 فقیر دروازے پر کھڑی خاتون سے بڑی عاجزی سے بولا:'' بیگم صاحبہ! آپ کی پڑوسن نے مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا ہے۔ آپ بھی خدا کے نام پر میرے لیے کچھ کریں۔''

خاتون بولیں:'' ضرور کیوں نہیں، تم

ٹھیرو میں تمھارے لیے ہاضمے کی دوا لاتی ہوں۔"

مرسلہ : فہد فدا حسین، فیوچر کالونی

😊 مچھر کا بچہ پہلی دفعہ اُڑا اور جب واپس آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: "تمھیں کیسا محسوس ہو رہا ہے؟"

مچھر کا بچہ: "بہت مزہ آیا، مجھے دیکھ کر ہر کوئی تالیاں بجا رہا تھا۔"

مرسلہ : کرن فدا حسین، فیوچر کالونی

😊 باپ نے بیٹے کو ڈانٹتے ہوئے پوچھا: "تم نے یہ آئینہ کیوں توڑ دیا؟"

"یہ میری نقل اُتار رہا تھا۔" بیٹے نے بھی غصے سے جواب دیا۔

مرسلہ : روبینہ اسماعیل، شکار پور

😊 دو پاگل باتیں کر رہے تھے۔ ایک بولا: "جب میں چھوٹا تھا تو مکان کی چھت سے نیچے گر گیا تھا۔"

دوسرے پاگل نے پوچھا: "پھر تم مر گئے تھے یا بچ گئے؟"

پہلا پاگل: "یہ تو مجھے یاد نہیں، کیوں کہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا۔"

مرسلہ : عمیر بن حزب اللہ بلوچ، حیدر آباد

😊 مالک نے نوکر سے کہا: "چلو جاؤ، درختوں کو پانی دو۔"

نوکر: "جناب: "باہر تو بارش ہو رہی ہے۔"

مالک: "کوئی بہانہ نہیں چلے گا، چھتری لے جاؤ۔"

مرسلہ : طوبیٰ تبسم محمد امین کھتری، کراچی

😊 بڑی سخت سردی تھی۔ ایک بے وقوف مسلسل پانی سے گھر کی ٹنکیاں بھرے جا رہا تھا۔

ایک صاحب نے پوچھا: "تم صبح سے اتنا پانی کیوں بھر رہے ہو؟ آخر اتنے پانی کا کیا کرو گے؟"

بے وقوف بولا: "پانی بہت ٹھنڈا ہے، گرمیوں میں کام آئے گا۔"

مرسلہ : سمیہ وسیم، سکھر

☆☆☆

معلومات افزا

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مارچ ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ سب سے پہلی بڑی کشتی حضرت .... نے بنائی تھی۔ (حضرت آدمؑ ۔ حضرت نوحؑ ۔ حضرت ہودؑ)

۲۔ حضرت آدمؑ کے تیسرے بیٹے حضرت .... تھے۔ (ہابیل ۔ قابیل ۔ شیثؑ)

۳۔ سونا سب سے زیادہ .... میں پایا جاتا ہے۔ (جنوبی افریقا ۔ سنگاپور ۔ کانگو)

۴۔ پاکستان کا قومی مشروب .... ہے۔ (گنے کا رس ۔ لسی ۔ ستو)

۵۔ پاکستان کے مشہور مصور .... کا اصل نام عنایت اللہ ہے۔ (گل جی ۔ آذر زوبی ۔ صادقین)

۶۔ پاکستانی سائنس داں پروفیسر عبدالسلام کو .... کا نوبیل انعام دیا گیا تھا۔ (طب ۔ کیمسٹری ۔ فزکس، طبعیات)

۷۔ ضلع بہاول پور اور بہاول نگر کا صحرائی علاقہ .... کہلاتا ہے۔ (تھر پارکر ۔ چولستان ۔ تھل)

۸۔ شمالی رھوڈیشیا، افریقا کے ایک ملک .... کا پرانا نام ہے۔ (زیمبیا ۔ ایتھوپیا ۔ نمیبیا)

۹۔ بشار الاسد .... ۲۰۰۰ء میں شام کے صدر بنے۔ (جون ۔ اگست ۔ اکتوبر)

۱۰۔ ۵۳۱ ہجری میں عراق کے حاکم (گورنر) .... تھے۔ (نورالدین زنگی ۔ عمادالدین زنگی ۔ سیف الدین زنگی)

۱۱۔ ''اردو کی آخری کتاب'' مشہور مزاح نگار .... کی تصنیف ہے۔ (عطاء الحق قاسمی ۔ ابنِ انشا ۔ گل نوخیز اختر)

۱۲۔ ''HICCUP'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (قبض ۔ ہچکی ۔ مروڑ)

۱۳۔ پاکستان میں دن کے بارہ بجے ہوں تو برازیل میں صبح کے .... بجے کا وقت ہوگا۔ (چار ۔ پانچ ۔ چھے)

۱۴۔ عربی زبان کے لفظ ''شدید'' کی جمع .... ہے۔ (شدائد ۔ شدت ۔ شدومد)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: جھوٹے کو .... تک پہنچا دینا۔ (تھانے ۔ گھر ۔ مسجد)

۱۶۔ مولانا ظفر علی خاں کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ۔۔۔ نہ ہو جس کو خیال .... اپنی حالت کے بدلنے کا

(آپ ۔ خود ۔ اب بھی)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۴۳ (مارچ ۲۰۱۶ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- مارچ ۲۰۱۶ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (مارچ ۲۰۱۶ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ - مارچ ۲۰۱۶ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

دین کی باتیں آسان زبان میں سمجھانے والی کتاب

نونہال دینیات

تعلیم وتربیت کی غرض سے بچوں کو ابتدا ہی سے دین کی بنیادی اور ضروری باتیں ان کے ذہن نشین کرانے کے لیے ایک مستند کتاب، جس سے گھر میں رہ کر بھی بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی جاسکتی ہے۔ بچوں کی بڑھتی ہوئی عمر اور سوچ کے لحاظ سے اس کتاب کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ رنگین، خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ اور ہدیہ انتہائی کم کہ بچے بھی اپنے ''جیب خرچ'' سے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔

بچوں کے علاوہ بڑے بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہدیہ حصہ اول ۔ ۳۵ روپے / ہدیہ حصہ دوم ۔ ۲۰ روپے / ہدیہ حصہ سوم ۔ ۲۰ روپے / ہدیہ حصہ چہارم ۔ ۳۰ روپے
ہدیہ حصہ پنجم ۔ ۲۵ روپے / ہدیہ حصہ ششم ۔ ۲۵ روپے / ہدیہ حصہ ہفتم ۔ ۳۰ روپے / ہدیہ حصہ ہشتم ۔ ۲۰ روپے

عربی زبان کے دس سبق

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی نے صرف دس اسباق میں عربی زبان سیکھنے کا نہایت آسان طریقہ لکھا ہے، جس کی مدد سے عربی زبان سے اتنی واقفیت ہو جاتی ہے کہ قرآنِ حکیم سمجھ کر پڑھ لیا جائے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں رسالہ ہمدرد نونہال میں شائع شدہ عربی سکھانے کا سلسلہ

عربی زبان سیکھو

بھی شامل کر دیا گیا ہے، جس سے عربی زبان سیکھنے میں اور زیادہ مدد ملتی ہے۔

عربی سیکھ کر دین کا علم حاصل کیجیے

۹۶ صفحات، خوب صورت رنگین ٹائٹل ۔ قیمت صرف پچھتر (۷۵) روپے

ملنے کا پتا: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۔ ۷۴۶۰۰

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ جنوری ۲۰۱۶ء کے بارے میں ہیں

❁ جنوری کا شمارہ بہت ہی پسند آیا۔ ویران کنویں کا راز (جاوید اقبال) سب سے پہلے نمبر پر تھی۔ باقی کہانیوں میں جن دوست (رؤف تاجور)، ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی)، بلاعنوان کہانی (ذوالقرنین خان)، تین جملے (جدون ادیب) اچھی کہانیاں تھیں۔ نونہالوں کے ادیب اشتیاق احمد اور جمیل الدین عالی کی وفات کی خبر پڑھ کر دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلا مقام عطا فرمائے۔ حافظ عابد علی، راولپنڈی۔

❁ تازہ شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانیاں بہت دل چسپ اور معلوماتی تھیں۔ روشن خیالات اور مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے۔ لطیفے بوریت کا احساس ختم کر دیتے ہیں۔ آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو۔

❁ جاگو جگاؤ نے ایک بار پھر متاثر کیا۔ حضور اکرم کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی سے سادگی کا سبق ملا۔ روشن خیالات نے علم کی روشنی دی۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر "جیوے جیوے پاکستان" بہت خوب تھی۔ کہانیوں میں سب سے زیادہ "تین جملے" اور "فیصلہ" اچھی لگی۔ ہنسی گھر بھی کمال کا تھا۔ راحم فرخ خان، کراچی۔

❁ اس ماہ بلاعنوان کہانی اچھی تھی۔ معلومات افزا ہمیں بہت پسند ہے اور ہم صرف اسی وجہ سے ہی نونہال پڑھتے ہیں۔ "تین جملے" بہت زبردست کہانی تھی۔ ہم کوشش کریں گے کہ ہم بھی ان جملوں پر عمل کریں۔ حسن شفیق، جگہ نامعلوم۔

❁ ماہ جنوری کے شمارے کی کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، تین جملے، جن دوست ویران کنویں کا راز اور فیصلہ بہت پسند آئیں۔ سسی بخی، پسنی۔

❁ مستقل سلسلوں میں مجھے جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، بیت بازی اور معلومات افزا بے حد پسند ہیں۔ اس مرتبہ بھی رسالہ بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اور مضامین دل چسپ ہیں۔ میر جان بخی، پسنی۔

❁ کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ چھوٹی تحریریں مثلاً بیت بازی، لطائف اور اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھ کر بھیجیں، کیوں کہ اگر ہم الگ الگ کاغذ پر لکھیں تو ہمارا کاغذ کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ آپ آدھی ملاقات میں اس جواب لکھ دیجیے گا۔ میں وہیں سے پڑھ لوں گی۔ مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل۔

> مدیحہ! بات یہ ہے کہ ہر قسم کی تحریر کو الگ الگ شعبوں میں رکھا جاتا ہے اور جمایا جاتا ہے، اس لیے ہر تحریر کو الگ صفحے پر ہی لکھنا ضروری ہے۔

❁ جنوری کا شمارہ زبردست تھا۔ پہلے نمبر پر کہانی جن دوست (عبدالرؤف تاجور)، دوسرے نمبر پر ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی)، تیسرے نمبر پر تین جملے (جدون ادیب) تھی، بلاعنوان کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ عمر، عمار، عمیر، میمونہ، یسرہ، ذنیرہ، رمیصاء، حیدرآباد۔

❁ جنوری کا شمارہ زبردست تھا، لیکن سرورق کچھ خاص اچھا نہیں تھا۔ کہانیوں میں ناشکرا خرمست، فیصلہ، تین جملے اور ویران کنویں کا راز اچھی تھیں۔ بلاعنوان انعامی کہانی خاص نہیں تھی۔ امامہ عاکفین، حاصل پور۔

❁ نئے سال کا شمارہ اپنے ساتھ نئی اُمیدیں لے کر آیا۔ واقعی، یہ شمارہ دل چسپ اور اچھا تھا۔ بلاعنوان کہانی دو تین بار پڑھی پھر جا کر عنوان بھیجا۔ اللہ کرے آپ کو پسند آ جائے۔ ناشکرا خرمست اور تین جملے یہ کہانیاں ٹاپ پر رہیں۔ لطیفے

بھی بہت دل چسپ تھے۔ عمیر مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

❁ نئے سال کا نیا شمارہ پڑھا، اچھا لگا۔ تقریباً تمام ہی سلسلے اچھے تھے۔ اشتیاق احمد کی وفات پورے ملک کے نونہالوں کے لیے ایک دھچکا ہے۔ حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد یہ بھی ہمارے لیے ایک دردناک سانحہ ہے۔ ہماری قوم تقریباً سب ہی اچھے لوگوں سے محروم ہوتی جارہی ہے۔ اللہ اپنا رحم فرمائے اور آپ کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔ محمد اذعان خان، کراچی۔

❁ اُمیدوں کے مطابق ماہ جنوری کا نونہال شان دار کہانیوں، چٹ پٹے لطیفوں اور بہترین اشعار سے مزین تھا، جسے پڑھ کر ہماری اردو مزید بہتر ہوگئی۔ حافظ محمد ابراہیم قریشی، کراچی۔

❁ ماہ جنوری کے نونہال میں ویران کنویں کا راز، فیصلہ، تین جملے، بلاعنوان کہانی اور ناشکرا خرمست، کہانیاں پسند آئیں۔ اشتیاق احمد کے انتقال کا سن کر بڑا افسوس ہوا۔ عیرہ صابر، کراچی۔

❁ کہانیاں تمام سپر ہٹ تھیں، جن میں سے ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی) پڑھ کر مزہ آیا۔ خرمست کو سبق اچھی طرح سے مل گیا تھا۔ ویران کنویں کا راز (جاوید اقبال) زبردست کہانی تھی۔ جدون ادیب کی تحریر ''تین جملے'' اچھی کہانی تھی۔ بلاعنوان کہانی پڑھ کر لطف اٹھایا۔ جن دوست (عبدالرؤف تاجور) کی مزے دار کہانی تھی۔ اب بلا نہیں آئے گا ایک شان دار کہانی تھی۔ فیصلہ بھی ایک پُر اثر تحریر تھی۔ نظموں میں نیا سال آیا (امان اللہ نیر شوکت) اور بیادِ حکیم محمد سعید (محمد شفیق اعوان) اچھی تھیں۔ سرورق انتہائی اچھا تھا۔ ڈھاکا کے رکشے والے اور روشنی کا مینار شہید حکیم محمد سعید کے بارے میں اچھی تحریریں تھیں۔ پرنس سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

❁ کہانیوں میں جن دوست، ویران کنویں کا راز، تین جملے، فیصلہ اور نئے سال کی خوشی بہت پسند آئیں، لیکن ناشکرا خرمست اور بلاعنوان کہانی نے سب کو شکست دے دی۔ حرا سعید شاہ، جوہر آباد۔

❁ ہمیشہ کی طرح اس بار کا شمارہ بھی بہت پسند آیا۔ بلاعنوان کہانی، ویران کنویں کا راز، ناشکرا خرمست بہت پسند آئیں۔ بیت بازی اور روشن خیالات پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ لطیفے بھی بہت مزے دار تھے۔ عنبرین عباسی، ہری پور۔

❁ سرورق بہت پسند آیا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، ویران کنویں کا راز اور ناشکرا خرمست بہت عمدہ کہانیاں تھیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے پڑھ کر ہنسی نے رکنے کا نام نہ لیا۔ غرض پورا شمارہ اپنی مثال آپ تھا۔ کبریٰ عباسی، جویریہ عباسی، ہری پور۔

❁ نئے سال کا پہلا شمارہ معیار کی بلندیوں پر فائز تھا۔ تمام کاوشیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ راجا ثاقب محمود جنجوعہ، پنڈ دادن خان۔

❁ سرورق نہایت خوب صورت تھا۔ حکیم صاحب واقعی روشنی کا مینار تھے۔ اس کی روشنی سے نونہال ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ تین جملے مختصر، مگر انتہائی پُر اثر ہیں۔ اگر ہر نونہال ان جملوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہر جگہ، ہر کام میں بڑی مدد ملے گی۔ معلومات ہی معلومات بہت پسند آیا۔ منور سعید خانزادہ راجپوت، سکرنڈ۔

❁ اس بار ہر کہانی دل چسپ تھی، خاص طور پر ناشکرا خرمست، جن دوست، ویران کنویں کا راز، بلاعنوان کہانی اور فیصلہ بہت اچھی کاوشیں تھیں۔ جب کہ اس بار ہمدرد نونہال کی جان تین جملے میں بسی تھی۔ فاطمہ محمد شاہد، میر پور خاص۔

❁ جنوری کے شمارے میں نئے نئے خیالات پر مبنی کہانیاں پڑھنے کو ملیں، جن میں سب سے اچھی جن دوست (عبدالرؤف تاجور) اور فیصلہ لگی۔ عارف شین روہیلا کی

کاوش اب بلا نہیں آئے گا میں معصومیت کے انداز میں ایک بڑا سبق دیا گیا، جو بہت منفرد سا لگا۔ روشنی کا مینار (خالدہ امین جنجوعہ) میں بہت پیارے اور خوب صورت انداز سے محترم حکیم محمد سعید کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ نظم بیادِ حکیم محمد سعید (محمد شفیق اعوان) بہت اچھی لگی۔ کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری۔

❁ سرورق اچھا تھا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں، مگر سب سے اچھی اور سبق آموز کہانی تین جملے (جدون ادیب) اور ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی) لگی۔ انکل! کیا ہم کہانی صفحے کے دونوں طرف لکھ سکتے ہیں؟'' زارا ندیم، جگہ نا معلوم۔

نہیں، چاہے چھوٹا چھوٹا لکھیں، مگر صفحے کے ایک ہی طرف لکھیں۔ دوسری طرف ہرگز نہ لکھیں۔

❁ جنوری کا سرورق اچھا تھا۔ روشن خیالات ہمیشہ کی طرح روشن تھے۔ کہانیوں میں ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی)، تین جملے (جدون ادیب) اور ویران کنویں کا راز (جاوید اقبال) بہترین کہانیاں تھیں۔ باقی کہانیاں بھی کچھ کم نہیں تھیں۔ مستقل سلسلوں میں معلومات افزا، بیت بازی، نونہال ادیب، علم دریچے اور معلومات ہی معلومات بہت پسند آئے۔ ہمیشہ کی طرح ہنسی گھر کے لطیفوں نے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے پر مجبور کر دیا۔ مریم عارف خان، حیدر آباد۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت اچھا اور دل چسپ تھا۔ اس بار سرورق اچھا نہیں لگا۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ بلال مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

❁ نئے سال کے نئے مہینے کا شمارہ زبردست تھا۔ سب سے عمدہ کہانی جن دوست، ناشکرا خرمست اور تین جملے تھی۔ روشن خیالات کو بھی بہت عمدہ پایا۔ باقی تمام سلسلے بھی زبردست تھے۔ عریشہ بنتِ حبیب الرحمٰن، کراچی۔

❁ اشتیاق احمد ایک عظیم جاسوسی ناول نگار تھے، نومبر ۲۰۱۵ء میں ہم سے جدا ہو گئے۔ ان کا مختصر انٹرویو پڑھا، بہت اچھا لگا۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے۔ تین باتیں (جدون ادیب) بہترین تھی۔ معلومات ہی معلومات، بہترین سلسلہ ہے، اسے جاری رکھیے گا۔ غرض نونہال کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ بہترین اور بے مثال تھا۔ سمیرہ بتول اللہ بخش سعیدی، حیدر آباد۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ ہر کہانی لاجواب تھی۔ ''فیصلہ'' ایمان دار لوگوں کی کہانی تھی۔ اس بار کے ہنسی گھر کے لطیفے زیادہ اچھے تھے۔ حکیم محمد سعید کا بہت شکریہ کہ انھوں نے بہترین رسالہ جاری کیا اور آپ کا بھی بہت شکریہ کہ آپ نے اسے جاری رکھا۔ محمد اسامہ، کراچی۔

❁ جنوری کا شمارہ اچھا اور دل چسپ تھا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ پہلے نمبر پر کہانی ''اب بلا نہیں آئے گا''۔ دوسرے نمبر پر کہانی ''ناشکرا خرمست'' اچھی تھی اور تیسرے نمبر پر ''بلاعنوان کہانی'' اچھی اور دل چسپ تھی۔ باقی کہانیوں میں جن دوست، تین جملے، ویران کنویں کا راز اور فیصلہ اچھی کہانیاں تھیں۔ نونہال ادیب، علم دریچے، ہنسی گھر، بیت بازی، نونہال مصور اچھے سلسلے ہیں۔ عالیہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، اچھے اور عمدہ سلسلے ہیں۔ پڑھنے میں مزہ آیا۔ ساری کہانیاں اچھی اور نمبرون تھیں۔ ناشکرا خرمست، بلاعنوان کہانی، فیصلہ، اب بلا نہیں آئے گا اور ویران کنویں کا راز بہت اچھی تھی۔ نسرین شاہین کا نئے سال کی خوشی اچھا مضمون تھا۔ ناعمہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ عارف شین روہیلا کی کہانی ''اب بلا نہیں آئے گا'' پسند آئی۔ باقی سلسلے اچھے اور عمدہ تھے۔ اشتیاق احمد نونہالوں کے مقبول ادیب مضمون بہت اچھا تھا۔ پہلی بات میں

اشتیاق احمد کی وفات کا پڑھ کر افسوس ہوا۔ سیدہ ناعمہ ناصر بخش، کراچی۔

❁ سرورق اچھا نہیں تھا۔ باقی کہانیاں اچھی تھیں۔ فیصلہ، اب بلا نہیں آئے گا، بلاعنوان کہانی اور ناشکرا خرمست اچھی لگیں۔ نظمیں سب گنگناتی سی تھی۔ بہت اچھی معلومات پڑھ کر مزہ آیا۔ نونہال ادیب میں بھی اچھی اچھی کہانی پڑھ کر بہت ہی مزہ آیا۔ مضامین اچھے تھے۔ نئے سال کی خوشی اور جیوے، جیوے پاکستان اچھے مضمون تھے۔ زہیر بن ذوالفقار بلوچ، کراچی۔

❁ سال کا پہلا شمارہ بہت اچھا لگا۔ سرورق کچھ خاص نہ تھا۔ کہانیاں ساری اچھی تھیں۔ پہلے نمبر پر کہانی ''اب بلا نہیں آئے گا'' دوسرے نمبر پر ''بلاعنوان کہانی'' پسند آئی۔ جب کہ تیسرے نمبر پر ''ناشکرا خرمست'' کہانی تھی مضامین سارے اچھے تھے۔ عافیہ ذوالفقار، کراچی۔

❁ روشنی کا مینار اور خیالات کا کارواں پڑھ کر دونوں عظیم شخصیات کے لیے دل سے دعا نکلی۔ ناشکرا خرمست اور تین جملے اچھی کہانیاں تھیں۔ نونہال لغت اچھا سلسلہ ہے۔ محمد ارسلان صدیقی، کراچی۔

❁ ہمدرد نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ ہر آنے والے شمارے کا انتظار پہلے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ آمنہ ممتاز، راولپنڈی۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت ہی اچھا تھا۔ جن دوست، ناشکرا خرمست، تین جملے اور ویران کنویں کا راز بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی بھی زبردست تھی۔ ہنسی گھر نے تو ہنسا ہنسا کر پیٹ میں درد کر دیا۔ نئے سال کی خوشی اچھی تحریر تھی۔ انکل! اشتیاق احمد صاحب کے فوت ہونے کا بہت افسوس ہوا۔ محمد عدنان زاہد، کراچی۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ جاگو جگاؤ نے پہلے کی طرح جگا دیا۔ اس مہینے کا خیال میں اچھی نصیحت کی گئی ہے۔ تمام نظمیں بھی اچھی لگیں۔ روشن خیالات نے بھی روشنی پھیلا دی۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ نئے سال کی خوشی (نسرین شاہین) نے بھی خوشی حاصل کرنے کا اچھا طریقہ بتایا۔ جیوے جیوے پاکستان پڑھ کر اچھا لگا۔ کہانی اب بلا نہیں آئے گا (عارف شمین) نے ہمدردی کا احساس جگا دیا۔ جن دوست (عبدالرؤف تاجور) مزے کی کہانی ہے۔ انعم صابر، سعود آباد۔

❁ سرورق پر بچی کی تصویر بہت پیاری لگی۔ اس مہینے کا خیال ہمیشہ کی طرح اچھا لگا۔ انکل! اشتیاق احمد کے انتقال کی خبر پر بہت صدمہ ہوا۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔ (آمین)۔ تین جملے، ویران کنویں کا راز، ناشکرا خرمست اس ماہ کی بہترین اور سبق آموز کہانیاں تھیں۔ ارم حسن، کرن، محمد علی، منیر خان، جگہ نامعلوم۔

❁ جنوری کا شمارہ دیکھ کر جی خوش ہوگیا۔ جاگو جگاؤ پر سب سے پہلے نظر پڑی تو یہ پڑھ کر سبق ملا کہ ہمیں سادگی اپنانی چاہیے، سادہ لباس کا استعمال، سادہ خوراک یعنی سادگی اختیار کرنے سے انسان خوش رہتا ہے۔ پہلی بات، روشن خیالات ٹھیک لگے۔ کہانی اب بلا نہیں آئے گا اچھی لگی۔ زینب ناصر، فیصل آباد۔

❁ جنوری کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ ''تین جملے'' کہانی بہت پسند آئی۔ اس بار سرورق اچھا نہیں لگا۔ معلومات افزا کے سوال بہت مشکل تھے۔ نونہال ادیب میں ہر بار کہانیاں بہت دل چسپ ہوتی ہیں۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ بہت پسند آئی۔ محمد شکیل انجم، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

❁ جنوری کے شمارے کا سرورق خوب تھا۔ سارا رسالہ سپر ہٹ تھا۔ جن دوست، ایک حیران کن کہانی تھی۔ ناشکرا خرمست، تین جملے، اب بلا نہیں آئے گا زبردست کہانیاں تھیں۔ ویران کنویں کا راز پڑھ کر ہمیں دوسروں کی مدد کرنے کا سبق ملا۔ بلاعنوان کہانی بہترین تھی۔ عائشہ،

سبطین عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

❁ سرورق بہت ہی پیارا تھا۔ اب بلا نہیں آئے گا پڑھ کر ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا۔ جن دوست پڑھ کر آخر میں چیخ نکل گئی۔ ناشکرا خرمست واقعی ناشکرا ہی تھا۔ کہانی تین جملے سے ہم نے تین جملے ہی سیکھے۔ ویران کنویں کا راز پڑھ کر ایسا لگا کہ ہم بھی وہاں موجود ہیں۔ بلاعنوان کہانی بھی زبردست تھی۔ مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

❁ جنوری کا شمارہ لاجواب تھا۔ بلاعنوان اور فیصلہ کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ جن دوست کہانی بھی زبردست تھی۔ انکل! آپ میرے لطیفے کیوں نہیں شائع کرتے؟ حافظ عذرہ سعید، چکی جی۔

لطیفے مزے دار لکھا کریں، تاکہ پڑھ کر سب کھلکھلا کر ہنسیں۔

❁ سرورق جاذبِ نظر تھا۔ جاگو جگاؤ اچھا لگا اور اس مہینے کا خیال بھی رہنمائی کا بہترین ذریعہ تھا۔ روشن خیالات، روشنی کی مانند تھے۔ نظمیں تمام زبردست تھیں۔ مضامین میں نئے سال کی خوشی، روشنی کا مینار، خیالات کا کارواں، ڈھاکا کے رکشے والے، اچھے لگے۔ اب بلا نہیں آئے گا، زیادہ پسند نہیں آئی۔ علم دریچے اچھے لگے۔ معلومات ہی معلومات نے علم میں اضافہ کیا۔ ناشکرا خرمست (مسعود احمد برکاتی) بے حد پسند آئی۔ جن دوست نہایت شان دار تحریر تھی۔ تین جملے بھی پسند آئی۔ مسکراتی لکیریں پڑھ کر لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آیئے مصوری سیکھیں، اچھا سلسلہ ہے۔ محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی۔

❁ جنوری کا شمارہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ یہ ایک بہت اچھا رسالہ ہے، جس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ اس شمارے میں نعتِ رسولؐ، اشتیاق احمد کا انٹرویو، بلاعنوان اور نونہال مصور پسند آئی۔ مریم سہیل، کراچی۔

❁ جنوری کا شمارہ شان دار تھا۔ کہانیوں میں ویران کنویں کا راز، جن دوست اور فیصلہ بہت اچھی تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ محمد طلحہ مغل، ڈگری۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں اچھی لگیں۔ ہنسی گھر خوب تھا۔ زین البدر، ڈگری۔

❁ جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت پسند آئی۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ کہانیاں ناشکرا خرمست اور تین جملے بھی پسند آئیں۔ سرورق پر چھوٹے بچوں کی تصویر زیادہ اچھی لگتی ہے۔ اس کے علاوہ نونہالوں کی مصوری بھی بہت اچھی تھی۔ حدیقہ ناز، طیبہ نور، اوتھل۔

❁ سرورق انتہائی خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ سے سبق سیکھ کر پہلی بات پر پہنچے تو شروع میں خوشی اور بعد میں بہت بڑا غم ملا، کیوں کہ ہمارے پیارے اشتیاق احمد اب ہمارے بیچ میں نہیں رہے۔ پڑھ کر بے حد افسوس ہوا، لیکن تحریریں اتنی زبردست تھیں کہ ایک سحر سا طاری ہو گیا اور پورا شمارہ پڑھ کر ہی دم لیا۔ لطائف انتہائی زبردست تھے۔ کہانیاں سبق آموز تھیں اور نظمیں بہت اچھی لگیں۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ مدیحہ رمضان بھٹہ، اوتھل۔

❁ جنوری کا شمارہ نہایت زبردست تھا۔ کہانیاں لاجواب تھیں۔ لطائف ہنسا دینے والے تھے۔ خوشی کے مارے میرا قلم نہیں چل رہا کہ خوب تعریفیں لکھوں۔ غرض ہر لحاظ سے کہانیوں سے، لطائف سے، نظموں سے، بلاعنوان کہانی سے غرض ہر لحاظ سے سپر ہٹ تھا۔ شفیق محمد علی، نائلہ علی، ربیعہ جاوید، علیزہ زہرہ، عروج، صبا، ماہ گل، بھارتی جیاء رام، اوتھل۔

❁ کہانیوں میں روشنی کا مینار، تین جملے اور ویران کنویں کا راز اور نظموں میں نیا سال آیا، بیادِ حکیم محمد سعید، نعتِ رسولِ مقبولؐ اچھی لگیں۔ محمد طیب رضا مصطفوی، بہاول پور۔

☆☆☆
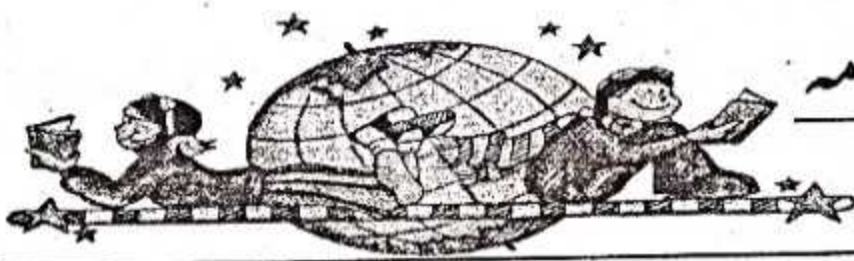
سمندری پانی پینے کے قابل بنانے والا کاغذ

سمندر پانی سے بھرا ہوتا ہے، لیکن اگر ملاح کے پاس پانی نہ ہو تو وہ ہمیشہ پیاسے رہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سمندر کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا، اس لیے سمندر کا سفر کرنے والے پینے کے پانی کا ذخیرہ لے کر روانہ ہوتے ہیں۔ سمندر کے کنارے آباد شہروں کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ وہاں پینے کا پانی کم یاب ہوتا ہے۔ سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے بہت سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اب سمندر کے نمکین پانی کو میٹھے پانی میں بدلنا قطعی مشکل نہیں۔ یونی ورسٹی آف الگزرنیڈیا کے محققین مونا نیم، محمد الوا، احمد الشفیع اور عبیر منیر نے ایک ایسا کاغذ بنایا ہے، جو پانی میں پائے جانے والے نمکیات کو فوری طور پر چوس کر پانی کو پینے کے قابل بنا دیتا ہے۔ ایک بوتل میں ان ماہرین کا بنایا ہوا کاغذ ڈالیں، سمندر سے پانی بھریں اور غٹا غٹ پی جائیں۔ یہ بالکل میٹھا پانی ہوگا۔

آئس کریم جو دیر سے پگھلے گی

گرمیوں کے موسم میں آئس کریم کھانے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے، لیکن اس آئس کریم کے ساتھ یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ گرمی کی شدت سے جلد پگھلنا شروع ہو جاتی ہے، جس سے ہاتھ اور کپڑے خراب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس مسئلے کا حل یونی ورسٹی آف ایڈن برگ کے سائنس دانوں نے نکال لیا ہے۔ انھوں نے ایک ایسا پروٹین دریافت کرلیا ہے، جو آئس کریم میں شامل ہوکر اس کے درجہ حرارت کو برقرار رکھے گا اور اس پر بیرونی موسمی اثرات کوئی اثر نہیں ڈالیں گے۔ یہ پروٹین نہ صرف آئس کریم کو پگھلنے سے بچائے گا، بلکہ یہ ایسے بیکٹیریا کو بھی ختم کرے گا، جو انسانی صحت کے لیے مضر ہوتے ہیں۔

☆

جوابات معلومات افزا - ۲۴۱

سوالات جنوری ۲۰۱۶ء میں شایع ہوئے تھے

جنوری ۲۰۱۶ء میں معلومات افزا-۲۴۱ کے لیے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ اس بار ۱۶ درست جوابات دینے والے نونہال صرف گیارہ تھے، اس لیے ۱۵ درست جوابات دینے والے نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۴ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ اس طرح انعام یافتہ نونہالوں کی تعداد ۱۵ ہو گئی۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت ذکریاؑ، حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔

۲۔ حضور اکرمؐ کی ولادت اپریل ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی تھی۔

۳۔ اسلام کے سب سے کم عمر سپہ سالار حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔

۴۔ جامع مسجد شاہ جہاں ٹھٹھ میں ہے۔

۵۔ پاکستان کی قومی فٹ بال ٹیم سب سے پہلے غیر ملکی دورے پر ۱۹۵۰ء میں ایران گئی تھی۔

۶۔ جمشید نصروانجی رستم جی مہتہ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۳ء تک کراچی کے میئر رہے۔

۷۔ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی والدہ کا نام خیزران تھا۔

۸۔ برصغیر پر کل ۱۷ مغل بادشاہوں نے حکومت کی۔

۹۔ ثمر قند، ازبکستان کا ایک بڑا شہر ہے۔

۱۰۔ ''نکاراگوا'' وسطی امریکا کا ایک مشہور ملک ہے۔

۱۱۔ برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔

۱۲۔ نواب مصطفیٰ خاں، مشہور شاعر ''شیفتہ'' کا اصل نام ہے۔

۱۳۔ اردو شاعری کا بابا آدم ولی دکنی کو کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ مشہور ناول ''ابن الوقت'' ڈپٹی نذیر احمد کی تصنیف ہے۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک ضرب المثل: ''آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگلی جاتی۔''

۱۶۔ مولانا ظفر علی خاں کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: حسن شفیق، محمد مصعب علی، علی حسن نواز خان، امیمہ طارق، کلیم اللہ خان، رضی اللہ خان ☆ لاہور: امتیاز علی ناز ☆ راولپنڈی: محمد علی ☆ اوتھل (لسبیلا): صلاح الدین ☆ اسلام آباد: ماہین آفریدی، حمزہ جاوید قاضی ☆ حیدرآباد: مرزا حمزہ بیگ ☆ میرپورخاص: ثمینہ سیال ☆ ڈیرہ اسماعیل خاں: محمد معوذ الحسن ☆ ملتان: دُرِ صبیح۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: حسن نوشاد، عائشہ ثمین، خنسہ علی، احسن محمد اشرف، طلحہ سلطان، محمد جلال الدین، محمد اویس خان، محمد معین الدین غوری، رضوان ملک، احمد رضا، کامران گل آفریدی، بہادر، محمد اختر حیات خان، احتشام شاہ فیصل، محمد احمد حسین، عبدالرحمٰن، افضال احمد خان، حافظ محمد ابراہیم، محمد اسد، یسریٰ جبین، محمد مصعب انصاری، سعدیہ انصاری، علینا اختر، محمد عمیر عدنان، رجاء جاوید، ناعمہ ذوالفقار، ناعمہ تحریم، اسماء ارشد ☆ پسنی: میر جان سخی، سسی سخی، نسیم واحد، سمی سخی، شلی سخی، شیراز شریف ☆ راولپنڈی: خولہ غلام نبی، محمد ارسلان ☆ حیدرآباد: عمار بن حزب اللہ بلوچ، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ تھاروشاہ: بلال ارشاد خانزادہ، شایان آصف خانزادہ، ریان آصف خانزادہ ☆ شہید بے نظیر آباد: منور سعید خانزادہ، محمد سلیم خانزادہ ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ اسلام آباد: لائبہ خان ☆ کوٹلی آزاد کشمیر: زرفشاں بابر ☆ کہروڑپکا: محمد ارسلان رضا ☆ نوشہرو فیروز: سمیعہ خیر محمد بھٹی ☆ گھوٹکی: سعدیہ سحر ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ خانپور: مبشرہ مسعود۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: شاہ محمد ازہر عالم، جویریہ انصاری، وجیہہ قیصر خان، فضل ودود خان، طاہر مقصود، سمیعہ

توقیر، محمد آصف انصاری، تہنیت شاہد، یوسف کریم ☆ راولپنڈی: ملک محمد احسن، وانیا احمد ☆ حیدر آباد: ثمین خان، عبداللہ - عبداللہ ☆ اسلام آباد: محمد احمد احسن ☆ نواب شاہ: ارم بلوچ محمد رفیق ☆ ٹنڈو الہیار: اُمِ ہانی عثمان ☆ پشاور: محمد حیان ☆ ٹنڈو جام: ولیزا جاوید ☆ فیصل آباد: زینب ناصر ☆ جہلم: سیماں کوثر ☆ واہ کینٹ: سیدہ عروج فاطمہ ☆ ملتان: احمد عبداللہ ☆ کھوسکی: احتشام احمد کمبوہ ☆ میر پور خاص: آمنہ سیال۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: محمد اذعان خان، محمد فہد الرحمن، فضل قیوم، محمد عثمان غنی، اسماء زیب عباسی، انعم صابر، کومل فاطمہ اللہ بخش، مسکان فاطمہ، زارا ندیم ☆ ٹنڈو الہیار: مدثر آصف کھتری ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز ☆ پشاور: فہد احمد ☆ ہری پور: صومیہ فقیر الدین ☆ میر پور ماتھیلو: الطاف بوزدار ☆ نواب شاہ: مریم عبدالسلام شیخ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: محمد شکیل انجم ☆ حیدر آباد: مریم عارف خان۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: بلال خان، محمد اسماعیل، زہل فاطمہ صدیقی، اسامہ ملک، محمد ارسلان صدیقی، یمنیٰ توقیر، سندس آسیہ، حسن رضا قادری، بے بی ریان، ماہا اعجاز ☆ اوتھل ضلع لسبیلہ: مدیحہ رمضان بھٹہ، محمد عمیر مجید، آصف بوزدار ☆ سکھر: محمد عفان بن سلمان ☆ اٹک: علی عبدالباسط ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: محمد شیراز انصاری، سمیہ وسیم شیخ، فہیم احمد خان، حفصہ مریم، محمد عمر بن عبدالرشید، عریشہ سلیم ☆ حیدر آباد: محمد طلحہ راجپوت ☆ ہری پور ہزارہ: معراج محبوب عباسی۔ ☆

دنیائے اسلام کی نامور شخصیات کے بارے میں

ان کے باتصویر ٹائٹل کے ساتھ نئے ایڈیشنز شائع ہو گئے ہیں۔

کتاب کا نام	قیمت
۱۔ الطوسی۔ ماہرِ ریاضی	۳۵ روپے
۲۔ الادریسی۔ ماہرِ جغرافیہ	۴۲ روپے
۳۔ الفارابی۔ عظیم فلسفی	۴۵ روپے
۴۔ البیطار۔ ماہرِ نباتات	۵۰ روپے
۵۔ الوزّان۔ عظیم سیاح اور واقعہ نگار	۴۵ روپے
۶۔ القزوینی۔ ماہرِ ارضیات	۴۰ روپے
۷۔ البیرونی۔ عظیم مفکر اور ماہرِ فلکیات	۴۰ روپے
۸۔ ابنِ خلدون۔ عظیم مورخ اور ماہرِ عمرانیات	۴۰ روپے
۹۔ جابر بن حیان۔ ماہرِ کیمیا	۴۰ روپے
۱۰۔ ابنِ یونس۔ ماہرِ فلکیات	۴۰ روپے
۱۱۔ الخوارزمی۔ ماہرِ حساب	۳۵ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔۷۴۶۰۰

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال جنوری ۲۰۱۶ء میں جناب محمد ذوالقرنین خاں کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو نونہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ علم کا سفر : تسبیح محفوظ، کراچی

۲۔ ذرا سی بھول : رفیق احمد ناز، ڈیرہ غازی خان

۳۔ نادان مسافر : مدثر آصف کھتری، ٹنڈو الہ یار

﴿ چند اور اچھے اچھے عنوانات ﴾

بزدل لٹیرے۔ ٹھگوں کا جال۔ نصیحت فراموش۔ اور سبق مل گیا۔

جو ڈر گیا، وہ مر گیا۔ نیک نیت۔ انوکھی سزا۔ باپ کی نصیحت۔

غیبی مدد۔ صحرا کے ٹھگ۔ جسے اللہ رکھے۔ ٹھگوں کا انجام۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: رانیہ عمران، مصامص شمشاد غوری، محمد ابوبکر عمران، فضل ودود خان، احمد حسین، طاہر مقصود، رضوان ملک امان اللہ، احمد رضا، کامران گل آفریدی، بلال خان، محمد معین الدین غوری، محمد جلال الدین اسد، فضل قیوم، بہادر، طلحہ سلطان شمشیر علی، محمد اویس خان،

اختر حیات خان، محمد عثمان غنی، محمد فہد الرحمٰن، احتشام شاہ فیصل، صفی اللہ، علی حسن نواز خان، محسن محمد اشرف، زہرہ شفیق، خولہ زبیری، مریم بنتِ علی، شاہ بشریٰ عالم، عائشہ قیصر زمان، عمر معاویہ غنی رحمٰن، شہباز احمد، اُمت الصبور، صدف آسیہ، احسن محمد اشرف، ایان علی، فائزہ اسحاق، عبیرہ صابر، سمیعہ توقیر، حافظ محمد ابراہیم، بے بی ریناں، شازیہ انصاری، محمد اسد، اسماء زیب انصاری، مسفرہ جبیں، سعدیہ انصاری، ماریہ انصاری، تراب انصاری، حسن رضا قادری، کومل فاطمہ اللہ بخش، علینا اختر، مسکان فاطمہ، مناہل حنیف، محمد تیمور علی، ایم اختر اعوان، محمد حمزہ خان، کلیم اللہ خان، محمد شیراز انصاری، ضویا خان، نسیم احمد خان، عریشہ حبیب الرحمٰن خان، عالیہ ذوالفقار، محمد اسماعیل، سویرا سلطان، انعم صابر، محمد عدنان زاہد، زارا ندیم، امان طارق، مناہل ظفر، رضی اللہ خان، ارم حسن منیر خان، اریشہ سلیم، حفصہ مریم، ریان طارق، محمد عمر بن عبدالرشید، سارہ نوشاد، زینب صبرین، زمل فاطمہ صدیقی، مریم سہیل، تہنیت شاہد، اسامہ ملک، تنفشالہ ملک، صالحہ کریم، اسماء ارشد، محمد ارسلان صدیقی ☆ حیدرآباد: اقصیٰ سرفراز انصاری، سمیرا بتول اللہ بخش سعیدی، عائشہ ایمن عبداللہ، ماہ رخ، صارم ندیم، عبدالباسط، آمنہ خان، عبداللہ -عبداللہ، ارسلان اللہ خان، محمد طٰحہٰ راجپوت، عمیر بن حزب اللہ بلوچ، زرشت بنتِ محمد نعیم راؤ ☆ اوتھل: ثروت جہاں، نگہت رمضان بھٹہ ☆ بے نظیر آباد: کنول سعید خانزادہ، محمد سلیم خانزادہ ☆ پشاور: محمد حمدان، فہد احمد ☆ میر پور خاص: سکینہ سیال، ثمینہ سیال ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: محمد شکیل انجم، سعدیہ کوثر مغل، محمد بلال، عمیر مجید ☆ ننکانہ صاحب: محمد محسن قادری، ملائکہ نورین قادری ☆ سکھر: عمارہ

ثاقب، حارث احمد صدیقی، سمیعہ وسیم شیخ ☆ میر پور ماتھیلو: الطاف بوزدار، آصف بوزدار ☆ ملتان: محمد ارحم عمران، ایمن فاطمہ، دُرِ صبیح ☆ لاہور: امتیاز علی ناز، حوریہ نوید ☆ خانیوال: حافظ نواز اسلم، حرا فاطمہ ☆ تھاروشاہ: بسمہ شاد خانزادہ راجپوت، ابوسفیان آصف خانزادہ راجپوت، ریان آصف خانزادہ راجپوت ☆ پسنی: نسیم واحد، سسی سخی، میر جان سخی، جنید واحد، شہباز شریف، شیراز شریف ☆ اسلام آباد: ماہین آفریدی، محمد احمد حسن، حسیب جاوید قاضی، عنیزہ ہارون، نمرہ ذاکر، بلال احمد خان، عون محمد شاہد، زنیرہ بنت محمود ☆ راولپنڈی: ثنا شاہد، ربیعہ شاہد، ملک محمد احسن، محمد علی، حافظ عابد علی، ارینا احمد ☆ نواب شاہ: ارم بلوچ محمد رفیق، مریم عبدالسلام شیخ ☆ اٹک: علی عبدالباسط ☆ کامل پور موسیٰ: انیس الرحمٰن ☆ ہری پور ہزارہ: معراج محبوب عباسی ☆ فیصل آباد: زینب ناصر ☆ سانگھڑ: علیزہ ناز انصاری ☆ کالنجر: حزیفہ عباسی ☆ ٹھٹھہ: پُرواتاج عباسی ☆ ڈیرہ اسماعیل خان: محمد معوذ الحسن ☆ نوشہرو فیروز: گل ابراہیم پُھل ☆ کہروڑ پکا: محمد ارسلان رضا ☆ پنڈ دادن خان: راجا ثاقب محمد جنجوعہ ☆ نارووال: ہدیٰ خالد ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن ☆ ساہیوال: فاطمہ اقبال ☆ واہ کینٹ: محمد حذیفہ ☆ لاوہ: حافظہ عذرہ سعید ☆ کوٹلی: محمد جواد چغتائی ☆ قصور: محمد احمد خالد ☆ ایبٹ آباد: ماہ پارہ عندلیب میر ☆ گھوٹکی: سعدیہ سحر ☆ جنڈو ڈیرہ: راشد منہاس بھٹو ☆ خان پور: مبشرہ مسعود ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل ☆ علی پور: سلمان یوسف سمیجہ ☆ جہلم: سیماں کوثر۔

☆☆☆

نونہال لغت

سفید پوش	سَ فے دْ پُو ش	اُجلا رہنے والا۔ بھلا مانس۔ کم حیثیت۔
کومل	کَو مَ ل	نرم۔ نازک۔ بچہ۔ نادان۔
ہونہار	ہو نْ ہا ر	وہ جس میں لیاقت اور قابلیت کے آثار پائے جائیں۔
صدقۂ جاریہ	صَ دْ قَۂ جا رِ یہ	ایسا صدقہ جس کا فائدہ لوگوں کو ہمیشہ پہنچتا رہے۔
معرفت	مَ عْ رِ فَ ت	شناخت۔ پہچان۔ خداشناسی۔ ذریعہ۔
ملامت	مَ لا مَ ت	ڈانٹ ڈپٹ۔ لعن طعن۔ جھڑکی۔
عافیت	عا فِ یَ ت	سلامتی۔ صحت۔ امن۔ آرام۔
راستی	را سْ تی	درست۔ ٹھیک۔ سازگار۔ دایاں۔
فروغ	فُ رُو غ	روشنی۔ نور۔ چمک دمک۔
مُخیّر	مُ خَ یْ یَ ر	سخی۔ فیاض۔ نیکی کرنے والا۔ خیرات کرنے والا۔
چوکھٹ	چَو کھَٹ	در۔ دہلیز۔ آستانہ۔
محلول	مَ حْ لُو ل	حل کیا ہوا۔ گھلا ہوا۔
بیش بہا	بے شْ بَ ہا	قیمتی۔ بڑھیا۔
اعتدال	اِ عْ تِ دا ل	برابر۔ نہ کمی نہ زیادتی۔ میانہ روی۔ معتدل۔
تمہید	تَ مْ ہی د	آغاز۔ مقدمہ۔ دیباچہ۔ کسی مضمون کی اُٹھان۔
تحقیق	تَ حْ قی ق	اصلیت معلوم کرنا۔ دریافت کرنا۔ جانچ پڑتال۔ تفتیش۔
حشرات	حَ شَ را ت	رینگنے والے کیڑے مکوڑے۔
اعزاز	اِ عْ زا ز	عزت دینا۔ رتبہ دینا۔ عزت۔ توقیر۔ رتبہ۔ تعظیم۔